Hindustani qwi Self Government

by

Md Aslam Khan

1913

ہندوستان اور سلف گورنمنٹ

از

سردار محمد اسلم خان بلوچ رئیس سوکر ضلع ڈیرہ غازیخان

سابق ایڈیٹر اخبار المعین امرتسر و مصنف سیر دیہات

ماہ فروری سنہ ۱۹۱۳ء

ملنے کا پتہ

دفتر اخبار المعین امرتسر پنجاب

مطبوعہ

روز بازار سٹیم پریس امرتسر

عرضِ حال

یہ مضمون "ہندوستان اور سلف گورنمنٹ" کچھ عرصہ سے میرے دماغ میں گھوم رہا تھا جسے میں اپنے اخبار [illegible] کے ذریعے پبلک کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ مگر بدقسمتی سے المعین بوجہ عدم ادخال ضمانت دوبارہ جاری نہ ہو سکا۔ اس لئے اب اسے بصورت کتاب پبلک کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مجھے [illegible] سے مایوسی تھی کہ کوئی کثیر الاشاعت ہندوستانی اخبار اس طویل مضمون کو مسلسل شائع کرنا منظور کریگا۔

میں ایک کمزور بزدل کم علم اور کم فہم انسان ہوں۔ اور جس قدر سخت انسانی کمزوریاں مجھ میں ہیں شاید ہی کسی دوسرے آدمی میں نظر آتی ہوں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس پیچیدہ و مشکل مضمون کے ادا کرنے میں میں نے بہت سی سخت ٹھوکریں کھائی ہوں۔ مگر باوجود اس [illegible] کے تسلیم کر لینے کے میں اپنا یہ دعوٰی نہائت زور سے ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ میں نے حتی الامکان اپنے کانشنس کو دھوکہ دینے سے گریز کیا ہے۔ اور نہ ناجائز خوشامد و بیہودہ جوش سے متاثر ہو کر اسے لکھا ہے۔ غیب کا علم خداوند مطلق و علیم کو ہے۔ لہٰذا ہندوستان کے مستقبل پر جو کچھ رائے میں نے ظاہر کی ہے۔ وہ محض میری ذاتی غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ جس کے متعلق میں یہ دعوےٰ نہیں کر سکتا کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ ہو کر رہیگا۔ اس بارے میں میں واللہ اعلم بالصواب کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ مگر جسطرح انسانی ادراک و فہم کے روسے دو اور دو چار بنتے ہیں۔ اور ایک تعلیمی یونیورسٹی کے قیام پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ آئندہ زمانہ میں لاکھوں تشنگان علم کی ارزو کو پورا کریگی۔ یا ایک نوجوان جو تیسرے درجہ کے تپدق میں مبتلا ہے۔ ہرگز جانبر نہ ہو سکیگا۔ اسی اصول پر ایسے ہی اظہر من الشمس واقعات کی موجودہ و آئندہ حالت کی بنا پر میں بھی انسانی فہم و ادراک کے دائرے کے اندر کھڑے ہو کر یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں۔ کہ جو کچھ اس مضمون میں ہندوستان کے زمانہ ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق لکھا گیا ہے۔ وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔

میں اس تھیوری کو ایک احمقانہ خیال کرتا ہوں کہ "ناممکن کا لفظ بیوقوفوں کی ڈکشنری میں ڈھونڈنا چاہئے" بلکہ ایسی عالیشان اولوالعزمی کا مدعی (نپولین اعظم) تا دم مرگ سینٹ ہلینا کی ناممکن التسخیر چہار دیواری کو ممکن التسخیر نہیں بنا سکا۔ اس لئے ہندوستان کے مستقبل کی بحث میں میں نے ناممکن کے خیالی پلاؤ سے اپنی ملکی ترقی کی بھوک کو رفع کرنے سے قطعاً پہلو تہی اختیار کی ہے۔ جس کے ساتھ میں نے اس بات کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ کہ اورنگ زیب اور سیواجی مدت سے مر گئے ہیں۔ اور سلطنت انگلشیہ کے بھی کہیں حد تک ہندوستان پر احسانمندانہ حقوق ہیں۔

مجھے امید ہے کہ میری ہندوستانی قوم کے لائق و ہونہار اور با اصحاب میری لغزشوں کو معاف فرما کر [illegible]مضمون کو نہائت بلند حوصلگی سے ملاحظہ فرمائینگے۔ جس کا بہترین صلہ میرے لئے یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اپنی [illegible]ن کی خدمت کیلئے جائز اور سچا ایثار پیدا کیا جائے۔ جس سے ہم ہندوستانی بحیثیت ایک زندہ و [illegible]م کے دنیا کی ترقی یافتہ و متمدن قوموں کے دوش بدوش زیر علم سلطنت انگلشیہ زندگی گذارنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان سلف گورنمنٹ کا مستحق ہے

زارِ روس کے فرمان سے روسی ڈوما (پارلیمنٹ) کے ٹوٹ جانے پر سر ہنری کیمبل بنر مین آنجہانی سابق وزیر اعظم انگلستان نے برٹش پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ

ڈوما مر گئی۔ ڈوما پھر زندہ ہو گی۔ خدا ڈوما کو زندہ رکھے

اِنسانیت کے اعلےٰ حقوق حریت و مساوات کی صحیح ترجمانی جسطرح مذکورہ بالا الفاظ میں سر ممدوح نے دلدادگان آزادی کے ایک طویل مجمع میں کی وہ ایک ایسی عظیم الشان سلطنت کے قائم مقام کے شایان شان ہے کہ جس کے ائینی اُصولوں کی ترقی بنی نوعِ اِنسان کو حریت و مساوات کی لائنوں پر پہنچانے کو ہمیشہ سے ایک زبردست جدوجہد کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ اگر وسعت الخیالی و بلند نظری کی سطح پر کھڑے ہو کر ہر ایک انسان خود غرضی و تنگ ظرفانہ بوالہوسی اور مکارانہ ڈپلومیسی کے پنجے سے قطعی آزادی حاصل کر کے سر ممدوح کے اِس فقرے پر غائر نظر ڈالے۔ تو موجودہ کائنات عالم کا ہر ایک ذرہ اور قوانین قدرت کی تمام مخفی و ظاہری طاقتوں اور اُن کی نیچرل پالیسی کو سر ممدوح کے اُن زرین الفاظ کی تائید و اعانت میں کام کرتا ہوا پائینگے۔ جو ایک غیر و دشمن قوم کی ہستوں کی بہ دائمی

جہد کے بعد حاصل کی ہوئی دستوری حکومت کے تباہ ہو جانے اور شخصیت کے مظالم کے مقابلہ پر شکست کھانے پر بنی نوع اِنسان کے فطرتی جذبات کے ایک حقیقی قدردان و بہی خواہ لبرل وزیر اعظم کے موہنہ سے نکلے تھے۔ کیونکہ اِنسان فطرتاً اِس حد تک فلسفۂ اِنسانیت کے رو سے اپنے قول و فعل میں آزاد رہنے کا مستحق ہے کہ جہاں تک قوانین قدرت کی مناسب و محدود مجبوریاں نظام عالم کے سلسلے کو باقاعدہ چلائے جانے کی غرض سے اسے ایک خاص و جائز حد تک آزاد رہنے کی اجازت دیتی ہیں اور جس کی صحیح رہبری ہر ایک اِنسان کو اپنے زبردست قوانین کی جکڑ بندی میں رکھ کر اسے اپنے حقوق اِنسانیت کے دائرے میں آزاد تسلیم کئے ہوئے ہے۔ اِس اُصول پر ہر ایک اِنسان اِس حد تک کامل آزاد ہے جب تک کہ وہ ہر چہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند کے اِنسانیت کے اعلےٰ فطری اصول کی لائن پر چلتا پھرتا نظر آئے۔ اور اِنفرادی طور دوسرے اِنسان کے جائز حقوق پر دست اندازی کرنے سے محترز رہے۔

متوفی وزیر اعظم انگلستان کے مقولے کی تشریح صرف روسی قوم کے فطری جذبات دستوری حکومت کے حاصل کرنے کے حدود کے اندر محدود نہیں کیجا سکتی ایسا کرنے والا قوانین قدرت اور قدرت کے قادر عظیم کا سخت ترین مجرم ہے بلکہ اِس مقولے کا اِطلاق دنیا کی تمام چھوٹی بڑی اور آزاد محکوم قوموں پر اصولاً آسکتا ہے۔ وزیر اعظم آنجہانی نے اِنسانی فطرت کے اُن پاکیزہ و صداقت سے لبریز جذبات کو جو اس کے اندر ایک خاص واقعہ سے متاثر ہو کر موج زن تھے برٹش پارلیمنٹ میں ظاہر کیا اور اس کا یہ مقولہ حقیقی لبرل ازم کی پوری شان لئے ہوا تھا۔ جس کا اعلےٰ ترین مُدعا بنی نوع انسان کو شخصیت کی ظالمانہ خود غرضی کے پنجے سے آزاد کرانا ہے اور جس کا اعلےٰ مقصد دُنیا کی ہر ایک مغلوب و پست حال قوم کو اپنے آپ حکومت کرنے کا استحقاق دلانا ہے۔ لبرل ازم کا یہ اُصول محض اِنسانی فطرت کا شفاف اور نہایت

صاف آئینہ ہے کہ جس کے دیکھنے سے ہر ایک قوم کا نصب العین اپنے وطن و قومی دائرے کے اندر یہہ رہا ہے کہ وہ اپنی قسمت کی آپ مالک ہو۔ دنیا کے تمام مذاہب کے اصولوں کی ترقی کا اعلےٰ معیار یہی ہے۔ اور دنیا کی تمام ترقی یافتہ قومیں اسی اصول پر جان دیتی ہیں ترقی یافتہ قومیں نہ صرف اپنی آبائی سرزمین بلکہ محکوم قوموں کے اوپر اگر پوری طور پر نہیں تو بڑی حد تک انسانیت کے اس استحقاق کو مدنظر رکھہ کر حکومت کرتی ہیں۔ چنانچہ جس باجبروت و عظیم الشان سلطنت انگلشیہ کی رعایا ہونے کا فخر ہمیں حاصل ہے۔ اِسکے تمام اعلیٰ آئینی و جمہوری اصولوں کی بنیاد محض انسانیت کے فطری جذبات کی لائنوں پر رکھی گئی ہے۔ جس کے لئے سلطنت انگلشیہ نے بنی نوع انسان کے گلے سے غلامی کا جوڑا اُتار دینے کیلئے ایک مہیب و خطرناک جنگ کو ساری دنیا میں اپنے سر پر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ دنیا سے غلامی کا نام و نشان مٹ گیا۔

سلطنت انگلشیہ کے ایسے واقعات کی صحیح رفتاریں کہ جن سے عملاً دنیا کو سلطنت انگلشیہ کی بنی نوع انسان کی اہم سے اہم خدمات کا زبردست ثبوت ملتا ہے۔ سر ہنری کیمبل بنرمین آنجہانی کا مذکورہ بالا مقولہ ایک عملی پہلو لئے ہے اور جس کی تصدیق اِس سے بہت عرصہ پیشتر ہندوستان کی اُس بدقسمتی کو جو ۱۸۵۷ء کے غدر کے مہیب و خونی دیو کی رہنمائی سے ہمیشہ کے لئے ہندوستانی اقوام کو حقوق انسانیت سے محروم کرنے کی وضع میں نمودار ہو چکی تھی۔ ملیامیٹ کرنے کی غرض سے سلطنت انگلشیہ کے مرکز حضور ملکہ معظمہ آنجہانی نے لارڈ للٹن کے دربار دہلی میں اپنے شہنشاہی اعلان میں اس طرح فرمائی تھی۔ کہ ہر ایک ہندوستانی سلطنت انگلشیہ کے آزاد شہری ہونیکا حق رکھتا ہے ہندوستان کی تمام امراض کے اس اکسیر اعظم اعلان کے حقیقی مفہوم کو اگر سر ہنری کیمبل بنرمین آنجہانی کے اِس مقولے کے بالمقابل اسی طرز پر اس

اس طرح ہندوستان کے مستقبل کے متعلق استعمال کیا جائے۔ کہ

آزادی مرگئی۔ آزادی پھر زندہ ہوگی۔ خدا آزادی کو زندہ رکھے

تو شہنشاہی اعلان عین حرف بحرف تائید کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ مقدس اعلان ہندوستان کی آزادی کا ڈپلومہ ہے۔ جو ایک ایسی مقدس و محترم ملکہ کی طرف سے ہندوستان میں شائع ہوا۔ کہ جسکے اعلےٰ اور پاکیزہ انسانیت کے جذبات نے ہندوستانی رعایا کے کروڑوں افراد کو بمنزلہ اپنی اولاد کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا اور انہیں سلطنت انگلشیہ کے اصولوں کے رو سے غلامی کے طوق کو ان کی گردن سے نکال کر مساوات کی سند عطا کی۔ اور سلطنت انگلشیہ کی قیمتی پالیسی کا اس طرح اظہار کیا کہ سلطنت انگلشیہ کی ماتحت اقوام میں مذہب و نسل اور رنگت کا فرق سلطنت کے اصولوں کے موافق نہیں ہے۔ حضور ملکہ معظمہ انجہانی کا اعلان انسانیت کے جائز استحقاق کا پورا جائزہ لئے ہوئے ہیں اور قوانین قدرت کے اصولوں کی پابندی کا ایک ایسا معرکتہ الارا مظاہرہ ہے۔

جو دنیا میں سوائے اُن اشخاص کے جو برتر ہستی کا پیغام بنی نوع انسان کو سنانے کیلئے دنیا میں مامور ہوئے تھے۔ باقی تمام نامور سلاطین و ہیبت ناکوں کے کارنامے اس کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔ دنیا میں سب سے بڑے فاتح۔ سکندر۔ تیمور۔ نپولین شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر بنی نوع انسان کی ذات پر اُن کی شفقت اس خونخوارانہ جلوے میں نمودار ہوئی کہ کروڑوں کو اپنی شخصیت کی ظالمانہ بوالہوسی کی تلوار سے موت کی گھاٹ اُتار دیا۔ جن کے خونی کارناموں کے بالمقابل قوانین قدرت اور انسانی فطرت کے اصول کے رو سے سر ہنری کیمبل بنرمین آنجہانی کا زبانی مقولہ بھی بنی نوع انسان کے لئے تریاق اکبر کا درجہ رکھتے ہوئے اپنی ہم جنس مخلوق کی عظیم ترین خدمات کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ چہ جائیکہ حضور ملکہ معظمہ آنجہانی کے اس عالی شان اعلان کے مقابلے پر ان ننگ انسانیت اشخاص کے کارنامے

کچھ وزن رکھتے ہون. کہ جس نے برّ اعظم ہندوستان کے کروڑہا باشندون کو ایسی حالت مین جبکہ سلطنت انگلشیہ کی بیخ و بن کو ہندوستان سے اکھاڑنے کے ناقابل معافی جرم کا ارتکاب ایک ہندوستانی گروہ کرچکا تھا سلطنت انگلشیہ کے آزاد شہری ہونے کا استحقاق عطا کردیا جب کہ کوئی مغلوب الغضب قاہر شخص یا قوم ہندوستان کی اینٹ سے اینٹ بجادینے پر تل جاتی. اور ہندوستانیون کے گلے مین ابدی غلامی کا طوق گردن مین ڈال دیتی.

اگر نہایت ہی مدبرانہ انسانیت کی صداقت کے محور پر گردش کرتے ہوئے کسی بہترین دماغ کو حضور ملکہ معظمہ انجہانی کے اعلان حقوق ہند کے متعلق پوری طرح غور کرنے کا موقعہ ملے. تو اس بات کی تسلیم کرنے کے سوا اے کوئی اور راستہ نہیں ملیگا. کہ حضور ملکہ معظمہ انجہانی کی ذات ستودہ صفات کمالات انسانیت کی خوبیون کی کہیں بڑی حد تک مجموعہ تھی. جسقدر رحم. شفقت. عفو. فیاضی جیسے اعلےٰ اوصاف آپ کی. پاکباز اولوالعزمی سے آپ کے بہترین دل و دماغ مین موجود تھے. اسطرح آپ نے رحم و عفو کا برتاؤ غدر کے بعد دہلی دربار کے موقعہ پر معافی کے عام اعلان سے فرمایا. اور اپنے عالی شان تدبر و معاملہ فہمی کا ثبوت ہندوستان کے مستقبل کو شاندار بنانے کی غرض سے اپنے اعلان میں ہندوستانیون کو سلطنت انگلشیہ کے آزاد شہری ہونے کا مستحق گردان کے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا. جس سے پایا جاتا ہے کہ حضور ملکہ معظمہ آنجہانی صحیفۂ فطرت انسانی کی پوری مشاہدہ کرنے والی اور قانون قدرت کے اصول ارتقا کی پوری معتقد تھین. جن کی عالیشان بلند نظری نے ہندوستان میں سلطنت انگلشیہ کے مستقل و دیرپا قیام کے لئے ہندوستان کو سلطنت انگلشیہ کے جزو لاینفک بنا دینے پر ضروری خیال کیا. اور جس کے وسیع اور نہایت اہم تدبر نے قانون ارتقا کے اس اصول کو تسلیم کر لیا. کہ

کوئی قوم یا ملک ہمیشہ کیلئے کسی غیر قوم کی غلامی میں نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جس
ملک کے تخت پر بیٹھ کر اُنہوں نے دنیا کے ایک بڑے حصے پر سلطنت کی ؛ وہ
انہیں ہر وقت یاد دلا رہا تھا کہ وہ بھی چار سو سال تک رومن امپائر کا ایک
مفتوحہ صوبہ رہا ہے۔ اور قانون ارتقا کی زبردست رَو نے آج اِسے
دنیا کے تمام دیگر ممالک سے بلحاظ دولت و ثروت اور طاقت نہایت اہم برتری
دے رکھی ہے۔ جس کے مطالعہ سے فلسفہ انسانیت کی زبردست فلاسفر و
واجب التعظیم ملکہ نے اپنے تاج کے زیر سایہ کروڑوں ہندوستانیوں کو محض
سلطنت انگلشیہ کی رعایا کے دائرے میں رکھکر کہ جہاں کالے۔ گورے
زنگی۔ حبشی۔ مغربی۔ مشرقی سب ایک ہی لائن پر کھڑے ہوئے دکھائی دیتے
ہیں۔ اپنے عالی شان تدبر پر چار چاند لگا دئے۔ اگر نہایت ہی ایمانداری سے
تنگ تعصب کو چھوڑ کر حضور ملکہ معظمہ انجہانی کی اس مدبرانہ پالیسی پر غور
کی جائے۔ تو سلطنت انگلشیہ کا مرتبہ ہندوستان کے بتیس کروڑ آدمیوں
کو اپنے اندر بذریعہ مساوات جذب کر لینے سے موجودہ حالت سے بیس گنا
زیادہ بلندی پر پہونچ جائیگا۔ جس کی مفصل بحث کسی اور جگہ آجائیگی ؛

بعض ناعاقبت اندیش اشخاص جو اصولاً سخت ہی غیر ذمہ وار انسان قرار دیئے
جا سکتے ہیں۔ اور جن کے تدبر پر انسانیت کے فطری جذبات قطعاً اعتماد نہیں
کر سکتے ؛ ہندوستان کے متعلق حضور ملکہ معظمہ آنجہانی کے اعلان کی تردید
کرنے پر تل جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی یہ پالیسی محض ایسی تنگ ظرفانہ خود
غرضی کے پہلو کو لئے ہوئے ہوتی ہے۔ جو ہندوستان اور سلطنت انگلشیہ کے
لئے سخت مضر ہے اِن کے دماغ میں ایک ایسا خبط سمایا ہوا ہے۔ جس کا علاج
تاریخ عالم کے اوراق نہیں کر سکتے۔ اور نظام عالم کی باقاعدہ و غیر محسوس
تبدیلیاں کہ جن کا زبردست اثر اقوام عالم کی روزمرہ زندگی پر پڑ رہا ہے۔
اور جن کے مشاہدہ سے ایک زبردست و معاملہ فہم فلاسفر کو ہر ایک قسم کا

موراسبق سلطنتوں کی پالیسی کے تغیر وتبدل کی لائنوں پر چل رہا ہے۔ اسے
صحیح راستہ بتانے سے قاصر ہیں۔ تو ایسا انسان جب کہ اس کی تاریخ دانی بالکل
ناسکمل ہو۔ اور اس کا فلسفہ ایسا ناقص ہو۔ بالکل ناقابل علاج ہے۔ اور وہ
اس قابل نہیں ہے کہ وہ کروڑہا مخلوق کی قسمتوں کا قائم بنے۔ یا کسی ایسی
عظیم الشان سلطنت کی انتظامیہ وخارجیہ پالیسی کی باگ اس کے ہاتھ میں ہو
جیسی کہ سلطنت انگلشیہ ہے کیونکہ سلطنت انگلشیہ ایک قوم کے متعلق نہیں ہے
بلکہ وہ سینکڑون قوموں کی دنیا میں محافظ اور اُن کی مجموعی قومی طاقتون
اور تمدنی ترقیوں کا ماوا وملجا اور نتیجہ ہے۔ اور اس کی تمام برّی وبحری
عظمت اس کی زیر سایہ قومون کی کمائی اور ان کی تمدنی جد وجہد سے قائم ہے
اسی اُصول پر سلطنت انگلشیہ کی تمام محکوم قومین اسکی ہستی اور دنیا میں اس
کی برتری کو قائم رکھنے اور ترقی دینے والی مشین کے کل پرزے ہیں۔ کیا
ان اظہر من الشمس واقعات کو مد نظر رکھکر یہہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ سلطنت
انگلشیہ ایک خاص قوم سے تعلق رکھتی ہے اور کیا اس پالیسی کے عملدرامد
کرنے پر سلطنت انگلشیہ کے آئینی اصول رضامند ہیں۔ یا اس کے متعلق تمام
قومین اس قسم کی تمیز کی روادار ہو سکتی ہیں اگر چند روز مجبور رہیں۔ تو کیا وہ
ہمیشہ کیلئے اسکی روادار رہینگی۔ ہرگز نہیں۔ جب کہ قوانین قدرت اور انسانی
فطرت اس اصول کو تسلیم نہیں کرتے جبکہ سلطنت انگلشیہ محض قوانین قدرت
کے اصولوں کی لائنوں پر انسانی فطرت کے تابع چل رہی ہے تو ایسی
کاٹھ کی ہنڈیا دیر تک سلطنت انگلشیہ میں نہیں پک سکتی۔ اسی اصول
کی تہ کو پہنچکر نہایت مدبرانہ بلند نظری سے حضور ملکہ معظمہ انجہانی نے
سلطنت انگلشیہ کے جمہوری اصولوں پر ہندوستان میں حکومت کرنے کا اعلان
فرمایا۔ اور سلطنت انگلشیہ کی پالیسی ہندوستانیون کو سلطنت کا آزاد
شہری بنانے پر تبدیل فرمائی۔ کہ جس کی تصدیق حضور ملکہ معظمہ کے جانشین

عالی شان قیصر وقتاً فوقتاً فرماتے چلے آئے ہیں۔ اب اس کے برعکس چلنے والے اشخاص نہ صرف قوانین قدرت کے توڑنے کی غلط کاری میں مصروف ہیں۔ بلکہ سلطنت انگلشیہ کے بہی اصولاً خیر خواہ اور وفادار نہیں کہلائے جا سکتے۔ بلکہ اِن کے دماغ نہایت کمزور اور سطحی طور پر ایک معاملے پر نگاہ ڈالنے والے ہیں۔

پس سلطنت انگلشیہ کے ہر ایک بہی خواہ اور اولوالعزم مدبر کو حضور ملکہ معظمہ آنجہانی کے اعلان اور اُن کے جانشین عالیشان قیصروں کی اِس پر تصدیق اور سلطنت انگلشیہ کے مستمہ اور نہ کمزور ہونے والے قوانین قدرت وفطرت انسانی کی لائنوں پر چلنے والے اُصولوں کی بنا پر اس امر کے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ سلطنت انگلشیہ کی ماتحت تمام قومیں سلطنت کی مشین ہستی کے کل پرزے ہیں۔ جن کا انجن سلطنت انگلشیہ کا مرکز یعنے سلطنت انگلشیہ کے تاجدار کا وجود ہے اور اس اُصول پر سلطنت کی تمام ماتحت اقوام بلا تمیز رنگ و قومیت مساوات کا درجہ رکھتی ہیں۔ جس طرح سے باقی ہستیوں قومیں سلطنت انگلشیہ کے زیر سایۂ دنیا کے تمام ممالک یعنے یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ۔ اسٹریلیا میں حکومت خود اختیاری کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہیں اور سلطنت انگلشیہ کی جزو لاینفک بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح سے ہندوستان بھی سلطنت انگلشیہ کے زیر سایۂ حکومت خود اختیاری کا اِستحقاق رکھتا ہے۔ جس کے لئے سلطنت انگلشیہ کے تمام فرزندوں پر خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے ہوں۔

سلطنت کی طرف سے یہ زبردست وفادارانہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کو سلطنت انگلشیہ کے زیر سایہ اِس اپنے استحقاق پر پہونچانے کی جد وجہد کریں۔ اور اس وقت کو قریب تر لانے پر اپنی زندگی کا بہترین مقصد قرار دیں۔ کہ جسطرح ہندوستان سلطنت انگلشیہ کا ہے۔ جس کے متعلق

تمام ہندوستان کی خواہش اور دعا ہے کہ جسطرح سلطنت انگلشیہ کا وہ ہمیشہ رہے۔ اسی طرح سلطنت انگلشیہ بھی ہندوستان کی ہو جائے اور ہندوستان اس لائق ہو جائے۔ کہ اسکی تمام مختلف قومیں محض ایک ہندوستانی قومیت کی لائن پر آکر اپنے قیصر ہند کی عظمت و برتری کا سکہ آج سے بیس گنا زیادہ دنیا پر قائم کرنے کی خدمت کے لائق ہو جائیں جس کے نتیجہ امن و وفاداری۔ اور سلطنت انگلشیہ کے مستقل قیام کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے ہندوستان میں حل ہو جائے گا۔

ہندوستان کیلئے کس قسم کی سلف گورنمنٹ کا ہونا ممکن ہے

اس سوال کو بیان کبھی معرض بحث میں نہ لایا جاتا اگر ہندوستان کے تمام باشندے اس اصول پر معتقد ہوتے۔ کہ ہندوستان کو زیر علم سلطنت انگلشیہ سلف گورنمنٹ ملنی چاہیے گو ایک بہت با اثر معتدل و حقیقی ہندوستانی مدبروں کا نصب العین یہی ہے جن کے شاندار مدبرانہ و معتدل رویے سے سلطنت انگلشیہ کے زیر سایہ آہستہ آہستہ ہندوستان سلف گورنمنٹ کی طرف ترقی کر رہا ہے۔ ملک کی با اثر و کام کرنے والی انجمنیں انڈین نیشنل کانگرس۔ مسلم لیگ۔ وغیرہ ان کے معتدل و مدبرانہ ارشادات کے ذریعے کہیں حد تک گرتے پڑتے چلی جا رہی ہیں اور اسوقت ملک کی ترجمانی کا کام سلطنت انگلشیہ اور باقی دنیا میں یہی گروہ کر رہا ہے۔ کہ جنہیں سلطنت انگلشیہ نے بھی اپنے آئینی اصولوں کے رو سے آزادی عطا کر رکھی ہے کہ وہ ہندوستان کو سلف گورنمنٹ کے لائق بنا کر سلطنت انگلشیہ سے اس کے عطا کرنے کا مطالبہ کریں اور اس وقت بھی کرتے چلے جائیں۔

مگر اس کے بالمقابل ایک اور زبردست گروہ انتہا پسند ہندوستانیوں کا موجود
ہے جو بوجہ اپنی حیرت انگیز انقلابی تحریک کے ہندوستان میں بمقابلہ معتدل
گروہ کے اس لئے زبردست ہے کہ وہ اپنے آپ کو قتل و غارت کی بھینٹ کی
قربانی پر چڑھا کر اپنے اس مضبوط دعوے کی بنا پر کہ وہ اپنے جان و مال کو
ملک کی بہبودی و ازادی کی خاطر قربان کر رہے ہیں. عام طور ہندوستان
کی آبادی کے جزو اعظم کو اپنا دِلی ہمدرد و غمگسار بنائے ہوئے ہے کیونکہ ملک کا
وہ مفلس گروہ جو بد قسمتی سے ملک کی آبادی کا جزو اعظم ہے جب اسے یہ بتایا
جاتا ہے کہ تمہاری مفلسی کا باعث محض غیر ملکی حکومت ہے جو تمہارے تمام
ملک کی آمدنی کو سمیٹ کر اپنے ملک میں لیجاتی ہے اس لئے تم روز بروز
مفلسی کی خطرناک مصیبت میں گرفتار ہوتے جاتے ہو اور ہماری جد و جہد محض
ملکی حکومت کا قائم رہنا ہے. جس سے ملک کی آمدنی ملک کے اندر رہ کر ملک کے
افلاس کو قطعاً بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالیگی تو پھر ایسے سطحی مگر موثر دلائل کہ جن
کی عملی تائید جان کی قربانیاں بھی کر رہی ہیں. ہندوستان کے کروڑوں مفلس
مگر سادہ لوح باشندوں کی دل میں انتہا پسند انقلاب پسندوں کے متعلق الفت
اور دلی ہوا خواہی کا بیج بو رہی ہیں وہ مایوس تعلیم یافتہ جو ملک کی یونیورسٹیوں
سے ہزاروں کی تعداد میں ہر سال ڈپلومے لیکر تعلیم یافتہ آوارہ گردوں کی بھیڑ
میں ترقی کر رہے ہیں — وجہ محض بیکاری یا اپنی اولوالعزمی کے میدان کو اپنی
خیالی بلند نظری کے رو سے تنگ پاکر کچھ تو عملاً اس گروہ میں شامل ہوتے چلے
جاتے ہیں اور کچھ عام طور وسیع پیمانے پر اپنے زہریلے خیالات کو مختلف صورتوں
میں ملک کی اس عام آبادی کے حلقوں میں جو بوجہ ہم قوم اور ہم وطن و برادری
کے گورنمنٹ کی عمیق نگاہوں سے دور و مطمئن رہ کر انکے خیالات کو دلچسپی سے
سنتے ہیں پھیلانے کا کام کر رہے ہیں چونکہ ملک میں تعلیم کے عام ترقی پذیر
ہونے کے ساتھ تعلیم یافتہ گروہ کیلئے ملازمت کے محدود دائرے میں جگہ نہ ملنے سے

بیکاری کا میدان روز بروز وسیع ہوتا جاتا ہے کیونکہ ملک میں صنعتی و حرفتی
کارخانوں کا کوئی ایسا وسیع سلسلہ موجود نہیں جو تعلیم یافتوں کے کسی بڑے
گروہ کو برسر کار بنانے کا کام دیسکے۔ اس لئے اس انتہاپسند انقلابی گروہ کی طاقت
گروہ کے طاقت بمقابلہ معتدل گروہ کے روزافزون ترقی پر ہے اور پبلک رائے
کا رجحان روز بروز انکی فیور میں ہود کر رہا ہے۔

ملک کے پلیٹ فارموں پر جو کچھ ظاہر کیا جا رہا ہے وہ تصویر کا حقیقی رخ نہیں
ہوتا۔ جو اکثر پچانوے فیصدی قانون کے خوف سے کچھ کا کچھ ظاہر کر کے دکھایا جا رہا
ہے لیکن ایک مدبر و معاملہ فہم ہندوستانی کو جو سلطنت انگلشیہ کے دوامی استقلال
کے ساتھ ملک کی نجات کا خواہشمند ہے یہ دیکھکر نہایت درد و افسوس ہوتا ہے
کہ ان عالی شان ظاہری ملکی پلیٹ فارموں سے دور تصویر کا حقیقی رخ ملک کے
تمام طول و عرض میں خفیہ طور ایک اور جلوے میں نمودار ہو رہا ہے کہ جسکے
نقش و نگار کی جھلک کہیں کہیں جیب انارکزم اور پولیٹیکل ڈاکوں کے
ذریعے ظاہر بین آنکھوں کو نظر آجاتی ہے۔ جنہیں خفیف ظاہر کر کے نہایت
ہی ریاکارانہ بزدلی سے سلطنت اور دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی
کوششیں کیجا رہی ہیں اور جلسوں میں مصنوعی طور آنسو بہا کر چند ریزولیشنوں
کے ذریعے سلطنت کو اطمینان دلا دیا جاتا ہے کہ یہ چند ایسے احمقوں کا کام
ہے۔ جن سے عام طور ملک کی آبادی کو کوئی ہمدردی نہیں۔ حالانکہ پس پشت
قانون کے خطرے سے محفوظ ہو کر ان کے کارناموں پر تحسین و آفرین کے نعرے
لگائے جاتے ہیں۔ یہاں میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ساری ہندوستانی جماعت
جو ایسے ریزولیشنوں کو پبلک جلسوں کے ذریعے گورنمنٹ اور ملک کے سامنے
پیش کرتی ہے۔ اس کا رویہ بحیثیت مجموعی ایسا ہے نہیں بلکہ ان میں بعض
ایسے بھی ہیں جو نہایت ہی ذمہ دار شخص ہیں اور جن کا اصول جہاں ہندوستان
کے مستقبل کو شاندار بنانے پر انکی زندگیوں کے وقف کر لینے کا ٹھیکہ حاصل کر چکا ہے۔

وہان وہ سلطنت انگلشیہ کے دوامی استقلال کے ساتھ ہندوستان کے مستقبل کو اسکے زیر علم شاندار بنانے کے اعتقاد پر بدل و جان قائم اور اس پر عامل ہیں۔ مگر ایسا گروہ بہت تھوڑا ہے اور پبلک کو عام طور ان کی میانہ و سلامت روی کے پالیسی سے انس بھی بہت کم ہے اس کو چھوڑ کر باقی تعلیمیافتہ ہندوستانی جماعت کے جزو اعظم کی یہی حالت ہے کہ انتہاپسند انقلاب پسندون پر جہان پلیٹ فارمون پر نفرت یا بیزاری ظاہر کرتے ہیں وہان پس پردہ انکی تائید و حمایت پر کمر باندھے ہوئے ہیں ؞

مجھے خوف ہے کہ میرے بہت سے ہندوستانی بھائی مجھ سے ناراض ہو جاینگے مگر اس بحث سے میرا یہ مطلب نہین ہے کہ مین انکی روزمرہ کی کارگذاریوں پر جو ڈپلومیٹک چالبازیون کے اصول پر ان کے خیال میں ٹھیک نشانہ لگا رہی ہیں پانی پھیر دون۔ اور نہ اس مطلب کیلئے مین نے یہان قلم اٹھائی ہے بلکہ میرا حقیقی مدعا ہندوستانی سلف گورنمنٹ کے امکانی اصولون کے ظاہر کرنے کا ہے جس کے متعلق مجھے ضروری ہے کہ مین ایک ایسی ہندوستانی جماعت کی انتہائی انقلابی پالیسی کے نتیجہ پر بحث کرون کہ جس کے متعلق مین نے پیچھے یہ دعوی کیا ہے کہ وہ معتدل اور سلامت روی کے اصولون پر چلنے والی ہندوستانی جماعت سے نہایت ہی زبردست ہے اور اس کی طاقت دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے اس اپنے دعوی کی صداقت کیلئے کہ جس سے آجکل ہندوستان کے نمائیشی پلیٹ فارمون سے انکار کیا جا رہا ہے اور جس کو میرے مذکور بالا بیان کو بھی دائرہ وقعت سے خارج کر کے غور کرنے کے لائق ہی نہ خیال کیا جاتا۔ مجھے مجبوراً حقیقت کو ظاہر کرنا پڑا ہے جس کیلئے میرا کانشنس مجھے زور سے کہہ رہا ہے کہ اگر مین ایسا نہ کرون تو اپنے پیارے وطن اور اپنی محسن و سرپرست سلطنت انگلشیہ کا غدار اور مفسد ہون ؞

اب اس ضمنی بحث کو ختم کر کے مین اپنے حقیقی مدعا کی طرف رجوع کرتا ہون جو یہ ہے کہ ہندوستان کے لئے کس قسم کی سلف گورنمنٹ کا ہونا ممکن ہے۔ دیا لقول

معتدل ہندوستانی جماعت کے سلطنتِ انگلیشیہ کے زیرِ علم ہندوستان کو سلف گورنمنٹ
مل سکتی ہے یا بخیال انتہا پسند انقلاب پسندوں کے بزورِ شمشیر حاصل کیجا سکتی ہے۔
چونکہ میں اس ہندوستانی گروہ کا ہمخیال ہوں جو ہندوستان کو سلطنت انگلیشیہ کے زیرِ سایہ
سلف گورنمنٹ کا ملنا ممکن خیال کرتا ہے اور اسکے سوائے اور کوئی راستہ نہیں دیکھتے۔
جبکہ میری یہ بھی خواہش ہے کہ تمام ہندوستانی پولیٹیکل جماعتیں یکدل و جان ہوکر
ان اصول پر ہندوستان کے مستقبل کو شاندار بنانے کی کوشش کریں تو پھر یہ لازم
آتا ہے کہ میں ہندوستانی بھائیوں کی اس جماعت کے اس دعوے پر کہ بغیر ایک زبردست
خونی انقلاب کے ہندوستان کی نجات ناممکن ہے نہایت ٹھنڈے دل سے غور
کروں یہ ایک نہایت ایمانداری کی بات ہے کہ انقلاب پسند جماعت ایک ایسے
ہندوستانیوں کا مجموعہ ہے جو اصولاً عملی طور کام کرکے اپنے وطن کی بہبودی و
ترقی کے خواہاں ہیں ان کے دماغ میں حب وطن کا سمندر موج زن ہے ان کا دل
سچے ایثار سے لبریز ہے ان کی ہمتیں نہایت عالی ہیں اور وہ اصولاً کام کے آدمی
ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کے کام کرنے کا رویہ غلط اور ملک کو نقصان
دہ ہے پس ہر ایک بہی خواہ ملک و سلطنت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ بجائے
اس کے کہ نفرت اور طعن و تشنیع کے آوازوں کی سنگینوں سے ان کے حقیقی
ایثار سے بھرے ہوئے مضبوط دل کو زخمی کرکے انہیں خواہ مخواہ مر مٹنے والی
ضد پر مستحکم کیا جائے انہیں نہایت ہی ہمدردانہ و برادرانہ اخلاص و الفت کے
دائرے میں لاکر اور ان کی ملکی خدمت کے رویہ کو انتہا پسندی کی لائنوں سے
نکال کر معتدل و سلامت روی کی ایسی شاہراہ پر کھڑا کرنے کی کوشش کرے
جن سے ان کے اصول ملکی خدمت پر تو کسی قسم کا اعتراض وارد نہ ہو سکے۔ اور
صرف عمل کی صورتیں انتہا پسندی کے بجائے اعتدال پسندی کے رویے پر آجائیں
انہیں نہایت اخلاص و محبت سے ان کے اس رویے کے قطعی ناکامیابی کا یقین
ایسے زبردست دلائل و براہین قاطع سے دیا جائے۔ جو اصولاً ان کے دل و دماغ

میں جانشین ہو کر ان کے خیالات کی رو کو پلٹ دیں ان کے لئے کام کرنے کا
پلیٹ فارم ایسا طیار کیا جائے جو انہیں بیکاری و بے روزگاری کی آوارہ گردی
سے چھڑا کر معتدل پیرائے میں سلطنت و ملک کے متحدہ بہی خواہوں کے زمرے
میں لے آئے بجائے اس کے کہ ریاکارانہ ریزولیوشن پاس کر کے ملک و سلطنت کے
متحدہ فوائد و ترقی کو نقصان پہونچایا جائے۔ نہایت ہی ایمانداری و جرأت سے
سلطنت کو ان کی اصلاح کی غرض سے انکی ہر ممکن و جائز امداد پر آمادہ کیا جائے
اگر کوئی ہندوستانی کسی سلطنت کے ملازم کو قتل کرتا ہے تو یہ فعل اس کا نہایت
ہی برا ہے اور اس سے نفرت و بیزاری ظاہر کرنی ہر ایک بہی خواہ و ہمدرد
ملک و سلطنت پر فرض ہے مگر ساتھ اس کے ہر ایک بہی خواہ ملک و سلطنت کو
یہ بھی احساس ہونا چاہئے کہ ہندوستانیوں کی جو جماعت اس کام پر لگی ہوئی ہے
اور جس کی قیمتی جانیں بھی ان برے افعال کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں چونکہ وہ
ایک ایسے خبط میں گرفتار ہے۔ کہ جس سے ملک و سلطنت کو بے پایاں نقصان
پہونچ رہا ہے۔ کاش وہ ایسا نہ کرتی اور اس خطرناک رویہ سے باز آجاتی
جس کے پیرائے میں ان ہندوستانیوں کی جو انارکزم کے خونی دیو کی بھینٹ
پھانسیوں یا مدت العمر کی سنگین قیدوں کے ذریعے چڑھ رہے ہیں ہمیں
اس اصول پر ان کی کامل ہمدردی کرنی چاہئے۔ کہ ہندوستانیوں کی ایک
ایک لائق و کام کرنے والی جماعت کی نہ صرف قیمتی جانیں تلف ہو رہی ہیں
بلکہ ان کی وہ قیمتی اور زبردست جد و جہد جو انارکزم و بے اصول انقلاب
پسندی کی بوالہوسی میں ضائع ہو رہی ہے اگر وہ ملک کی تمدنی ترقی میں
باامن طریقے سے مصروف ہوتی۔ تو ہندوستان کو بے انتہا تمدنی و سیاسی
فائدہ پہونچتا۔ ایسے انقلاب پسند ہندوستانی ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو
یقیناً اکثر تعلیم یافتہ ہیں۔ جن میں سے اکثر گریجوائٹ یا اس سے کم درجے
کی کلاسوں کے ڈپلومے حاصل کئے ہوئے ہیں کیا اس سے بڑھ کر ملک کی

اور کوئی بد قسمتی ہو سکتی ہے کہ ایسی لائق و ہونہار ہندوستانیوں کی جماعت
المنویا محض بیکار رہے اگر ان کی لیاقت جو بم سازی یا انقلابی تحریکوں
کے پھیلانے میں رائگاں ہو رہی ہے۔ ملک میں صنعتی و حرفتی اور تجارتی
و زرعتی ترقی کی لائنوں پر کام کرتی۔ تو ہر سال کروڑوں روپیہ کی ترقی ملک
کی آمدنی میں ہوتی۔ جس سے ہندوستان کی تمدنی ترقی میں اضافہ ہو کر
اس کی سیاسی اہمیت کو سلطنت انگلشیہ میں اہم جگہ حاصل کرنے میں بڑی مدد ملتی۔
میں پوری ایمان داری سے کہہ رہا ہوں کہ جس وقت یہ خبر میرے کان میں پہونچتی
ہے کہ کسی انقلابی فتنہ انگیزی کے جرم میں اتنے ہندوستانی پھانسیوں پر چڑھ
یا حبس دوام کی سزا بھگتنے کو کالے پانی بھیجدئے گئے۔ تو میرے دل پر سخت چوٹ
لگتی ہے اول۔ تو اس وجہ سے کہ وہ میرے ہم وطن بھائی ہیں۔ اور ان کی مصیبت
و تباہی پر جو محض ان کے ناجائز افعال کے ذریعے اپنے ہاتھوں اپنے سر پر لائی ہوئی
ہوتی ہے رونا آتا ہے دوسرا یہ کہ لائق ہندوستانی جماعت کی تعداد میں کمی
ہو گئی۔ تیسرا یہ کہ اس سے سلطنت و ملک کے متحدہ فوائد کو سخت نقصان
پہونچا اور انگریزوں و ہندوستانیوں کے درمیان حائل شدہ بے اعتمادی و نفرت
کی جھیل کا پاٹ اور وسیع ہو گیا پس میں انہی ہمدردانہ جذبات کے دائرے میں
رہ کر اپنے انقلاب پسند ہندوستانی بھائیوں کی اس پالیسی پر غور کرنا چاہتا ہوں
کہ کیا وہ ایک خونی انقلاب کے ذریعے ہندوستان کو سلف گورنمنٹ دلانے
کے وہم میں حق بجانب ہیں۔

بحیثیت ایک ہندوستانی کے اگر میں تمام ان روایتی تعلقات سے جدا ہو کر
جو سلطنت انگلشیہ کے ان عظیم احسانات کی وجہ سے میرے ساتھ ہیں جو میرے
ملک پر اس نے کئے ہیں اس خواہش کو زبردست خود غرضی کی بنا پر اپنے دل
میں جگہ دینے میں بنی نوع انسان کے اس جزو اعظم کے پیرو کار بن جانے کے
الزام کو کہ جنہوں نے قانون اخلاق کو مادہ پرستی کے طاق نسیان پر رکھ دیا ہے

اپنے سلر پر لینے سے انکار نہ کرتا۔ اگر اصولاً مجھے یہ یقین آجاتا کہ فی الواقع ہندوستان کو میرے انقلاب پسند بھائیوں کی جدوجہد سے سلف گورنمنٹ مل سکتی ہے اور سوائے اس کے ہندوستان کی نجات کا کوئی ذریعہ نہیں اور اگر اس خواہش کو میں قانون کے خوف یا اپنی طبعی بزدلی کی وجہ سے بم کے گولے چلانے یا انقلابی تحریکیں پھیلانے کی وضع میں ظاہر نہ کرتا۔ تو یہ لازم ہے کہ اسے دل میں بطور امانت کے رکھتا اور پھر اس کا اتنا نتیجہ ضرور نکلتا کہ میں آج قلم لیکر اس مضمون پر سلطنت انگلشیہ کی وفاداری کے جلوے میں نہ بیٹھتا۔ مگر افسوس ہے کہ اصولاً مجھے اس انقلابی تحریک کے اندر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس لئے مجبور ہوں کہ میں اس انقلابی تحریک کو ہندوستان کا نجات دہندہ دینے کے بجائے نقصان دہندہ تسلیم کروں۔ اور نہ صرف اس سے کنارہ کشی اختیار کروں بلکہ ساتھ اس کے میرا نصب العین یہ ہونا چاہئے کہ اپنے انقلاب پسند بھائیوں کو چھوڑ دینے کا مشورہ دوں۔ یہہ میرا مشورہ ہانچ ہان میں تیر امتحان کے اصول پر نہیں ہے بلکہ حقیقی و صحیح استدلال کی بنا پر مبنی ہے +

پیشتر اس کے کہ اس مسئلہ کے اصول پر بحث کیجائے۔ بطور اصول تمہید کے یہہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہندوستان میں خونی انقلاب کی تحریک کے پیدا ہونے کے وجوہات محض حضور ملکہ معظمہ انجہانی کے اعلان کے مطابق ہندوستانیوں کو برٹش آزاد شہری کے حقوق کے نہ ملنے پر مبنی ہیں جس کی وجہ سے چند زود رنج اور اکھڑ مزاج مگر سخت خوددار ہندوستانیوں کے دل و دماغ میں یہہ خیال سما گیا ہے کہ آئینی جدوجہد کے ذریعے حضور ملکہ معظمہ انجہانی کے اعلان کے مطابق ہندوستان کو حکومت خود اختیاری انگریزی حکام کبھی نہیں دینگے جس پر ان کی لا محدود و بلند ہمتی نے یہہ فیصلہ کر لیا کہ یورپ کے انارکسٹانہ طرز عمل کی بنا پر انگریزوں کو دق اور پریشان کرکے ہندوستان کو آزاد کرا لیا جائے۔ یا ملک میں ایک خطرناک خونی انقلاب پیدا کرکے انگریزوں کو ملک سے

نکال دیا جائے۔

میں اِس سوال پر پہلے بحث کرونگا کہ ہندوستان کو آئینی جدوجہد سے سلف گورنمنٹ مِل سکتی ہے اور اِس کو کسطرح حاصل کرنی چاہئے اب یہاں اِس زیر بحث مسئلہ کا فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ جو ہمارے ہندوستانی بھائیوں کا یہہ خیال ہے کہ اِنقلاب کے ذریعے ہندوستان کو سلف گورنمنٹ حاصل کرنی چاہئے ان کا خیال نہایت ہی حقیقی واقعات اور مدبرانہ بلند نظری کے برخلاف ہے۔ یہاں چند مختلف سوال پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کیا ملک کسی ایسے انقلاب پر طیار ہوسکتا ہے کہ جس میں تمام ہندوستانی قومیں اور اُن کے وہ افراد جو سلطنت کی ملازمت کے ہر ایک صیغے میں داخل ہیں شامل ہوجائیں

(۲) کیا ایک ایسا زبردست ملکی انقلاب کہ جسمیں ہندوستان کے تمام باشندے شامل ہوں۔ انگریزوں کو بالکل مغلوب کرکے ہندوستان سے نکال دیگا۔

(۳) اگر ہندوستان سے انگریز خواہ مجبوراً یا برضامندی چلے جائیں تو کیا ہندوستان میں ہندوستانی اقوام متحدہ طور امریکن یا فرانسیسی یا کسی اور طرز کی حکومت قائم کر سکینگی اور بغیر سرپرستی و امداد کسی بیرونی سلطنت کے ہندوستانی سلطنت اپنے تمام اندرونی و بیرونی حوادث و حملوں سے اپنے آپکو محفوظ رکھنے کے قابل ہوگی۔

پہلے سوال کی نسبت اس عامیانہ بلند نظری سے نگاہ ڈالنے سے کوئی نتیجہ مرتب ہونے کی اُمید قطعاً نہیں رکھنی چاہئے کہ ہاں ایسا ہوجانا ممکن ہے اس کا حل غالباً ایسے انقلاب پسند لکچرار کے اس زبانی استدلال سے تو بخوبی ہوسکتا ہے۔ کہ اگر بتیس کروڑ ہندوستانی ایک ایک مشت خاک اٹھاکر ہندوستان پر حکومت کرنے والے انگریزوں پر پھینک دیں تو وہ اس کے نیچے دب کر فنا ہوجائینگے۔ مگر مشکل یہہ ہے کہ ایسے شیخ چلی کے خیالات ظاہر کرنے والوں کے دماغ میں اگر یہ ہوش آجائے کہ بتیس کروڑ ہندوستانیوں سے ایسا کرانے سے پیشتر اگر کی مہیب و ناقابل التسخیر دیوار کہ جس نے ان کو بھی اپنے احاطے میں لے رکھا ہے وہ یقیناً صدیوں تک ایسی

ہی ناقابل التسخیر رہیگی جیسی کہ اب ہے تو کبھی وہ ایسی بے سروپا منطق کو استعمال کرنے کی
جرأت نہ کریں۔ اس اگر کی مستحکم و غیر متزلزل بنیادیں بر اعظم ہندوستان کے مختلف الاغراض
اور مختلف المذاہب و عقائد ہندوستانیوں کے تناقص خیالات کیوجہ سے ایسی مضبوط
ہیں کہ اس اگر کو اگر ایسی سد سکندری سے تشبیہہ دیجائے بلکہ جسے ہندوستان کی لاکھوں
آدمیوں کی متحدہ جد و جہد بھی جنبش دینے سے قاصر رہیگی تو ہرگز قابل اعتراض بات تصور
نہیں کیجا سکتی کیونکہ ایسا ملک کہ جہاں کے باشندے مختلف قوموں اور مختلف قوموں کے
اندر مختلف فرقوں کے اندر تقسیم ہیں۔ کبھی اس اگر کی مضبوط و آہنی دیوار کی تعمیر سے باز نہیں
آسکتے کیونکہ اس اگر کی دیوار کو گرانے کا نصب العین جب یہ ہو کہ ہندوستانی اقوام
متحدہ صورت میں کھڑے ہو کر ملک سے انگریزوں کو نکالدیں۔ جس کا دوسرا مفہوم یہ
ہے کہ ہندوستان کے تمام دیسی ملازمان فوج و پولیس و سول اور رعایا انگریزوں کے
برخلاف شمشیر بکف ہو جائے تو ایسا ہونا نہ اب اور نہ کبھی کسی دور ترین زمانہ میں ممکن
ہے کیونکہ ایسی زبردست و کامیاب جد و جہد کا پیدا ہونا سرے سے ہندوستان میں سخت
دشوار ہے جو نہایت ہوشیاری سے گورنمنٹ کی تمام زبردست احتیاطوں اور پیش بندیوں
کی آنکھ میں خاک جھونک کر اس کے تمام ایسے ملازموں کو انقلابی پروگرام کی لائن
پر لے آئے جو محض سلطنت کی طرف سے باقاعدہ تنخواہیں لے کر اس کام پر تعینات
کر دیئے گئے ہیں کہ وہ ایسی تحریکوں کی بیخ کنی کریں۔ جب کہ انسان فطرتاً جاہ طلب اور
خود غرض ہے اور ملازمان گورنمنٹ کو اس کے حصول کا ذریعہ سلطنت کی خدمت
اور وفاداری کی لائنوں پر پوری طرح مل رہا ہے تو پھر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ
وہ ایک موہوم اور خیالی خود غرضی کے وہم میں سلطنت سے غداری کرنے کے کام
پر کمربستہ ہوں۔ دوسرا اس تحریک کے قبول کرنیکے اسباب ان ناخواندہ و جاہل
ہندوستانی سپاہیوں کے دل میں ہندوستانی سلطنت کے سبز باغ دکھانے سے
بھی پیدا نہیں ہو سکتا اگر غدر ۱۸۵۷ء کی مثال پیش کیجا سکتی ہے تو وہ صورت
ہی اور تھی اور وہ شورش کسی ملکی انقلاب کے اصول پر نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ کارتوسوں

میں گھلے اور سور کی چربی کی غلط فہمی سے مذہبی اصول پر کھڑی ہوئی جس کے متعلق
اب سلطنت انگلشیہ میں ایسا سوال ہندوستانی سپاہیوں کے دل میں پیدا ہونا دوبارہ
ناممکن ہے جب کہ سلطنت نے فوجی بارکوں و پولس اسٹیشنوں پر مسجدیں اور مندر تک
اونچی گرہ سے بنا چھوڑے ہیں اور جس کے دلیسی افسر فطرتی خودغرضی و جاہ طلبی کے اصول
پر سلطنت کی کوئی اہم خدمت کرنے کے اس لیے متمنی ہوتے ہیں کہ سلطنت ان کے
درجہ و عزاز میں ترقی کرے اور وہ اہم خدمت ہندوستان میں کیا ہے کہ انقلابی تحریک کے
پھیلانے والے گروہ کی بیخ و بن اکھاڑ دی جائے +

تیسرا ان ملازموں کو ایک دوسرے پر بھی اعتماد نہیں اگرچہ چند شخص اس خیال کے ہو
بھی جائیں اور ممکن ہے کہ بعض ایسے ہوں جو ہندوستان کی انقلابی تحریک سے دلچسپی
رکھتے ہوں تو ایک دوسرے کے روبرو وہ اپنے خیالات کا اظہار بھی نہیں کر سکتے کیونکہ
انہیں اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر اس نے کسی دوسرے شخص کے سامنے خواہ وہ اس کا کتنا
ہی رفیق ہو اس بات کو ظاہر کر دیا تو ممکن ہے کہ وہ افسر کو اس کی اطلاع کر دے
اور مفت بلا کسی کئے کے میں گرا جاؤں +

چوتھا ہندوستانی سپاہی مختلف المذاہب اور مختلف قوموں سے مرکب ہیں جن کی
قومی و مذہبی روایات ایک دوسرے سے اس قدر متضاد ہیں کہ محض انگریزی افسروں
کی موجودگی اور قانون و ضابطہ کا رعب انہیں شانہ بہ شانہ چلنے پھرنے پر مجبور کئے
ہوئے ہے ورنہ ان کی اندرونی و بیرونی بندیاں ایسی خطرناک ہیں کہ ایک ہی پولس
اسٹیشن یا فوجی چوکی کے سپاہی چند گروہوں میں منقسم ہوتے ہیں +

علاوہ اس کے نمک خواری ایک ایسا زبردست فطرتی جذبہ ہے جو بالطبع اور عام ملک
کے ہندوستانیوں میں انتہا کے درجے پر پہونچا ہوا ہے۔ جسے پس پشت ڈالنے کو
دو فیصدی ہندوستانی سپاہی بھی مشکل سے ملیں گے یہ ایک مثل مشہور ہے۔
کہ جس کا کھائیے اُس کا گائیے۔ یہ ایک ایسا مقولہ ہے کہ جس پر عمل پیرا
ہونے میں ہندوستانیوں نے ہمیشہ سے حد سے زیادہ مبالغہ کر دکھایا ہے سلطنت

مغلیہ کے زمانے میں راجپوتوں نے راجپوتوں کو مغلوب کیا۔ سلطنت انگلشیہ میں
مسلمانون نے مسلمانون پر تلوارین چلائیں۔ ہندوؤں نے ہندوؤں کو تہ تیغ کیا
ساتھ اس کے سلطنت انگلشیہ کا نظام ایسا زبردست اور مضبوط ہے کہ جس کے
مختلف کل پُرزے مختلف قوانین وضوابط کے ماتحت ایسے اعلےٰ پیمانہ پر کام کر رہے
ہیں کہ غیر وفادار اور اندرونی طور رنجیدہ دل غیر ملازم آدمی بھی اس کے نظام کے کل
پرزوں کے زبردست چکر کے اندر اس کام کے کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں جن کو وہ
طبعًا نہیں کرنا چاہتے۔ چہ جائیکہ سلطنت کے ملازم جو محض اس زبردست نظام کے
چکر کے محور کے گرد ہر وقت گھوم رہے ہیں کسی اور طرف نگاہ اٹھا کر دیکھین +
میں نہایت حیرانی سے ایسی باتون کو سنتا رہتا ہون کہ فوج و پولس کو انقلاب پسند
اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں شائد یہہ کوشش بھی کی
گئی۔ مگر اس کا نتیجہ کیا خاک نکلتا اور یا آئیندہ کیا نکلتا ہے۔ یہہ ایک خبط ہے
اور ایسے خبط میں گرفتار انسان نہایت ہی قابل رحم ہے اور ایسی کوششیں ملازمان
سول کے متعلق بھی تقریبًا انہی وجوہات کی بنا پر فضول ہیں +
جو طبعًا چند بزدل اور ایسے اہل قلم بابوؤں کا مجموعہ ہے جو اپنے سایہ سے ڈرتے
ہیں خاصکر جب کہ وہ ہندوستان کے کونے کونے میں اپنی حکمرانی کا ڈنکہ بجا رہے
ہیں جن کی آمدنی کے ذرائع علاوہ تنخواہون کے بھی معقول ہیں اور ہندوستان
کے اندرونی نظم و نسق کی باگ بھی ان کے ہاتھ میں ہے کھانے کو روٹی اور پہننے
کو کپڑا بھی اعلےٰ درجہ کا ملتا ہے تو پھر وہ موجودہ حاصل شدہ حکومت کو ایک
موہوم حکومت کے اوپر کس طرح قربان کرکے انقلاب پسندون کے فرمان پر
چلتے ہیں کہ جس کے ساتھ انھیں یہہ خوف بھی ساتھ دامن گیر ہو کہ انقلاب
اور تبدیلی سلطنت کے بعد انہیں موجودہ عہدہ ڈپٹی کلکٹری سے ختم انہار
سکنہ درجہ پر جگہ دیجائیگی یا جدید حکومت کے ڈپٹی کلکٹر کے اجلاس کی چپراسی
گری نصیب ہوگی اور ساتھ اس کے ملازمان سول کے اندر ہندو مسلمان اور سکھ

و عیسائی کا سوال خوامی صورت اختیار کئے ہوئے ہے اور ان کی ایک دوسرے کے برخلاف جدوجہد و جہد کبھی یہ صورت نہیں پیدا ہونے دیگی کہ وہ ایک ہی ہندوستانی قومیت کی لائن پر آجائیں اگر بفرض محال آ بھی جائیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اپنے اپنے عزیزوں و رشتہ داروں کی بھرتی کے سوال کو کسی انقلابی تحریک کیلئے رستہ صاف کرنے کی خاطر قربان کر دیں اور ایک دوسرے کے کاٹ کھانے کی پالیسی سے باز آجائیں ✣

پس ایک ایسی عالمگیر انقلابی تحریک کا بر اعظم ہندوستانین ملازمان سلطنت کے اوپر کامیاب اثر پیدا کرنا ناممکن ہے جب تک ہندوستان کے ہندوستانی ملازمان سلطنت کی جماعت سلطنت کی پوری طرح وفادار اور اس کے فوائد کی ہر طرح سے محافظ ہے۔ تو پھر ہندوستان میں سلطنت انگلیشیہ کے استقلال کو اسی فیصدی حد تک کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے اور نہ کسی قسم کی زبردست انقلابی تحریک رعایا میں ایسے وسیع پیمانے پر جڑ پکڑ سکتی ہے کہ جس کی اطلاع ہندوستانی ملازموں کے کان میں نہ پہنچ سکے ✣

اب میں عام ہندوستانی رعایا کی حالت پر بحث کرتا ہوں جن میں سے ستر فیصدی تو ایسی ہے جو ہندوستان کی شہر آبادی سے دور دیہاتی زندگی بسر کرتی ہے جس کو محض اسباب کی ضرورت ہے کہ امن و امان اور خاموشی سے زندگی بسر کرے۔ جن کے لیڈر و سربرآوردہ ایسے لوگ سلطنت کی طرف سے بنائے گئے ہیں جو ان کی برادری کے وراثتاً پریذیڈنٹ چلے آئے ہیں جنہیں سلطنت کی طرف سے اس قسم کے بعض حقوق تفوق بذریعہ نمبرداریوں اور ذیلداریوں کے ملے ہوئے ہیں کہ وہ انہیں نعمت عظمیٰ تصور کرتے ہیں اور اگر بغور دیکھا جائے تو اصولاً سلطنت کے ایسے زبردست ملازم ہیں جو سرکاری محکموں میں نہیں پائے جاتے جو ان سے اصولاً سرکاری کام ہی زیادہ کرتے ہیں اور سلطنت کا رعب بھی دیہاتی رعایا میں بنسبت سرکاری حکام کے زیادہ بٹھلائے رکھتے ہیں جن کے بالمقابل ان کے ہم رتبہ یا اپنی برادری کے لوگ ان سے اس حد تک جوتی پیزار رکھتے ہیں۔

کہ جنھیں کسی انقلاب پسند شخص کی تحریکوں میں دلچسپی لینے کے بجائے کسی
مقامی افسر کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کی دھن اس لئے لگی رہتی ہے کہ وہ اپنے
رقیبوں کو زک پہنچانے کے لائق ہوجائیں۔ دیہاتی ہندوستانی آبادی میں یہہ ایک
ایسی باہمی خطرناک کش مکش و جنگ و جدل جاری ہے جو بھائی کو بھائی اور باپ
کو بیٹے کا دشمن بنائے ہوئے ہے اور ہر ایک اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد کی تعمیر کرنے
کی جدوجہد کر رہا ہے اگر ہندو۔ مسلمان کے سوال کو بھی دیہاتی ہندوستانیوں کی
علیحدہ رکھدیا جائے تو وہاں اس کے بعد بھی اندرونی طور ہندوستانیوں میں ایسی
چل رہی ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں اور باایں ہمہ انکے لیڈر یا سرپرست وہ لوگ
ہیں جو سلطنت کے ملازم ہیں اور جن کا رویہ سلطنت کے متعلق وہی ہمیشہ رہیگا
جو میں نے سلطنت کے باقاعدہ ملازموں کی نسبت بیان کیا ہے جس سے آگے چلکر
جب دیہاتی ہندوستانیوں کی معاشرتی و سوشل زندگی کی باگ ان کے ہاتھ میں
ہے تو پھر وہاں کسی ملکی یا قومی لیڈر کے اس فرمان کو کہ جس کی تعمیل شہری
آبادی کے قومی حلقوں پر بعض دفعہ بطور اہم فرض کے ہوجاتی ہے کوئی سونگھنا
بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ۔ آن زمین را آسمانے دیگر است۔ تو وہاں انقلابی تحریک
سرے سے سرسبز بھی نہیں ہوسکتی +

البتہ ہندوستانی زراعتکاروں کا گروہ جو روز بروز مفلس ہوتا جاتا ہے ان کی
روز افزوں مفلسی کہیں بڑی حد تک ہندوستانی انقلاب پسندوں کو ڈھارس
بندھانے کا باعث ہوسکتی ہے مگر ان کی خشم آلود نگاہیں اکثر اپنے ان ہندوستانی
بھائیوں کے برخلاف اٹھی ہوئی ہیں جو بنام مہاجنیوں کے زراعتکاروں کو
سود در سود لین دین کی مکاریوں کے ذریعے مفلس اور ذلیل کرتے چلے جاتے
ہیں یا ان ہندوستانی سرکاری اہلکاروں کے برخلاف جو ان پر طرح طرح
کے مظالم اور لوٹ گھسوٹ برپا کئے رکھتے ہیں۔ جن کے متعلق ان کا خیال ہے
کہ اکثر ہندوستانی اہلکار از سرتاپا بددیانت ہی بددیانت ہیں ۔ اس اعتماد پر

ان کے متعلق اس قدر میں تسلیم کرتا ہوں کہ ان کی روز افزوں مفلسی وتباہی کا اگر ویسا ہی دور دورہ رہتا ہے تو انقلاب پسندوں کو انہیں بنیوں سے انتقام اور دیسی اہلکاروں کی خبر لینے کے بہانے پر اپنی انقلابی تحریک کے پھیلانے کا موقعہ ملجاتا۔ مگر انقلاب پسندوں کی بدقسمتی سے پہلے ہی گورنمنٹ کے تدبر نے انکی بڑھتی ہوئی مایوسی کو بھانپ لیا کہ جس کے روکنے کو عملی طور گورنمنٹ کی پالیسی کا انجمن زراعتکاروں کی دستگیری کرنے کو دوڑ دھوپ میں مصروف ہو گیا ہے جس کے ساتھ مذکورہ بالا واقعات متعلقہ دیہاتی آبادی اور انکے روپیہ سلطنت کے نمبرداری و ذیلداری سسٹم کے آہنی پنجہ کی موجودگی میں یہ قطعاً ناممکن ہو گیا ہے کہ زراعتکار آبادی ساری کی ساری تو اس کا جزو خفیف بھی کبھی انقلابی تحریک کے اثر کو سلطنت کے برخلاف قبول کرے اگر قبول بھی کرے تو اس کا عمل کسی اپنی ہندوستانی سلطنت کے قائم کرنے کی وضع میں متواثر ہوگا۔ بلکہ وہ ہندوستانی دیہاتی بنیوں کے قتل و غارت اور ڈاکو و رہزنیوں پر کمر باندھ کے ملک کی تمام موجودہ تمدنی ترقیوں کا ستیاناس کر دینگے یہاں ان کی بددلی و مایوسی کے نتیجے کو دکھانے کیلئے ایسا لکھ دیا گیا ہے۔ ورنہ گورنمنٹ کے ایسے پیچیدہ قوانین و پالیسی کی جکڑ بندیوں میں وہ گرفتار ہیں کہ چہاں پرندے کو بھی سلطنت کے برخلاف پر مارنا مشکل ہے۔ چہ جائیکہ وہاں کوئی انقلابی تحریک بار آور ہو کر انقلاب پسندوں کی صف میں دیہاتی ہندوستانیوں کو لاکر کھڑا کر دے۔

اسی طرح ایک ایسا گروہ رعایا میں موجود ہے جو اصولاً سلطنت کی مدبرانہ پالیسی کی وجہ سے ملک میں رئیس۔ آنریبل۔ خان بہادر و دیگر اعزازات و امتیازات کے ذریعے بہت کچھ بااثر ہے۔ اگر ان کے وجود کو کسی قدرتی تغیرات کے ذریعے دوزخ کے اندر جلتا ہوا دکھا کر یہ کہا جائے۔ کہ محض موجودہ سرکاری خطابات کی وجہ سے ایسا فیصلہ تمہارے برخلاف ہو چکا ہے جس کے چھوڑنے پر تمہارے وجود کو امان مل جائیگی تو وہ کبھی اپنے حاصل شدہ سرکاری اعزاز کو ہاتھ سے

دینا گوارا نہ کرینگے خواہ ابدی جہنم کا سرٹیفکٹ بھی اُن کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ یہ گروہ بہی ملک میں بہت سے ہندوستانی جاہل و محنتی فرقوں پر اپنا اثر رکھتا ہے جسطرح یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی انقلابی تحریک میں حصہ لیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ سلطنت کے ملازموں سے چار چند انقلابی تحریک کو کھلنے پر کمر باندہ لیں جیسا کہ اب بھی وہ کر رہے ہیں۔

اب میں ہندوستان کی شہری آبادی کے متعلق بحث کرنا چاہتا ہوں کہ آیا وہ ملکی انقلاب میں حصہ لیگی یا نہیں۔ انقلاب پسندوں کو ہندوستان کی شہری آبادی کی پس پشت تحسین اور ان کے اکثر لیڈروں کی آفرین کے اُترنے اس قسم کا یقین دلا رکھا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کسی نہ کسی دن کامیاب ہو کر رہینگے اور تمام ہندوستان کو وہ محض شہری آبادی کے جزو اعظم کی زبانی رائے کی کسوٹی پر رکھکر جانچنے سے غلط فہمی میں پڑے ہوئے ہیں ہندوستان میں بعض ایسے ڈپلومیٹک مدبر بھی ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں انارکزم کی گھنٹی کی ٹن ٹن جاری رہے تاکہ گورنمنٹ کی پالیسی کو انقلابی خطرے کی ضرب اعتدال پسند ہندوستانی لیڈروں کے سامنے کہیں حد تک خوشامدانہ تسلی کی لائنوں پر رکھنے کا کام دے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ایسے لیڈر اور باوثر آدمی جو اپنے آپ کو نمائشی پلیٹ فارموں پر انقلابی تحریکوں سے علیحدگی اور انارکزم سے نفرت ظاہر کرتے ہیں لیکن پر وہ انتہا پسندوں کی کمر ٹھونکنے سے بھی باز نہیں آتے اور انہی کی پیروی پر ہندوستان کی شہری آبادی کی عام پبلک انقلابی تحریکوں میں دلچسپی لیتی ہے۔ جس سے بدنصیب انقلاب پسند دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور ایسے مکاروں کے ان پولٹیکل ہتھکنڈوں کا شکار بنے ہوئے ہیں جو پھر نمائشی پلیٹ فارموں پر جا کر ان سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ جسطرح وہ بزدل ہیں اس طرح ان کی پیروی کرنے والی شہری پبلک بزدل ہے۔ شہری پبلک چونکہ ناقص پالیٹکس میں خوب

لینے کی عادی ہوگئی ہے اس لئے وہ ملک کے متعلق ملکی و غیر ملکی گورنمنٹ کے مسئلہ پر اپنی پرائیوٹ نشستگاہوں اور دکانوں پر خوب رائے زنی کرتی ہے جن میں انقلاب پسندوں کے آدمی سے جلے انکی رائیں رات دن اپنے حق میں سنتے سنتے ملکی قربانی کو انسانیت کا اعلیٰ معراج قرار دیدیئے ہیں لیکن ہم انہیں اچھی طرح سے معلوم نہیں ہے کہ ہندوستان کی شہری پبلک سوائے زبانی توتو میں میں میں مشتاق ہونے کے اور کسی خطرناک انقلابی جد وجہد کے کرنے سے عاری ہے اور ان میں متمول و ذی ثروت آدمیوں کا گروہ تو اصولاً انقلاب کا سخت دشمن ہے گر شہری گپ بازی میں انہوں نے نپولین کو بھی مات کر رکھا ہے اور وقت پر قطعاً کانوں پر ہاتھ رکھکر گھر دل کے کواڑ بند کرنے پر تلا ہوا ہے ٭

یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ عام طور شہریوں میں غیر ملکی گورنمنٹ کے متعلق ضرور کسی حد تک نفرت موجود ہے جس سے وہ انقلاب پسندوں کی ہاں میں ہاں ملانے اور انکی قربانیوں پر دل سے داد دیتے ہیں مگر اول تو شہری آبادی میں گورنمنٹ کے پیچ در پیچ نظم و نسق نے خفیہ طور ایک ایسا جال بچھا رکھا ہے جس سے عملاً ہندوستانی شہریوں کو انقلاب کی طیاری کا موقعہ نہ مل سکیگا اگر وہ ایسے کرنے میں کہیں حد تک کامیاب بھی ہو جائیں تو وہ ایسے افراد کا مجموعہ ہونگے جن سے یہ امید نہیں ہوسکتی کہ وہ میدان جنگ میں جاکر کار نمایاں دکھلائیں جب کہ نوے فیصدی ہندوستانی شہری آدمی خون کو دیکھتے ہی بیہوش ہو جانیکا دل و دماغ رکھتے ہیں کیا سلطنت کی فوجوں میں کوئی شہری بھی دکھلائی دیتا ہے یہ لوگ کسی جنگی مہم کے سر انجام دینے سے بوجہ شہری نزاکت و آرام طلبی کے ناقابل ہیں ہاں ہاتھ اٹھا اٹھا کر کسی دشمن کو کوسنا ہو، تو اس مہم کے سر انجام دینے میں ان سے بڑھکر مشاق ہندوستان میں اور کوئی گروہ نہ ملیگا پس ان کی ایسی جنگی و جوانمردی کے اسپرٹ پر یہ امید انقلاب پسندوں کی نقش برآب ہے کہ وہ ان کے انقلاب کے بگل پر کمر باندھ کر آموجود ہونگے۔ لبعض شہری

انارکسٹوں کی مثالیں سنا کر میرے اس خیال کی تردید کیجائیگی۔ مگر انفرادی طور کسی پر
نامعلوم طور بم پھینک دینا یا ریوالور چلا دینا اور بات ہے اور میدان جنگ میں توپوں
کے گولوں کے آگے سینہ تان کر کھڑے ہو جانا یہہ دوسری طرز ہے جس کے لئے سوائے
زراعتکار دیہاتی آبادی کے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا میں کسی جانفروشانہ
میدان کی لڑائی میں کبھی کسی اور فرقہ نے حصہ نہیں لیا۔ اس اظہر من الشمس استدلال
کی بنا پر میرا یہہ دعوٰی ہے کہ ہندوستان کی شہری آبادی کہیں حد تک باوجود
انقلابی تحریک میں دلچسپی لیئے کے کبھی علی الاعلان سلطنت انگلشیہ کے برخلاف
شامل نہوگی اور نہ شامل ہونیکی اس میں طاقت ہے ؎

یہہ تو عام طور ابھی تک ہندوستانیوں کو ایک ہندوستانی قومیت کی لائن پر رکھکر
انقلاب کی تحریک میں حصہ لینے کے متعلق بحث کی گئی ہے اب اس سے آگے
چلکر موجودہ حالت پر نظر غائر ڈالی جائے۔ تو ہندوستان کی مختلف قوموں کا
باہمی اتحاد اسصورت میں قطعًا ناممکن ہے کہ وہ سلطنت انگلشیہ کے برخلاف
ایک خونی انقلاب پر متحد ہو جائیں۔ کیونکہ مختلف ہندوستانی اقوام ایکدوسرے
کے برخلاف ایسے خطرناک مذہبی۔ سوشل۔ تاریخی۔ تمدنی اختلاف رکھتی ہیں
کہ ہندوستان سے انگریزوں کو متحد ہوکر نکالدینا تو کجا بلکہ اُن کے دور ہوتے ہی
ایسی خطرناک خانہ جنگی میں مبتلا ہو جائینگی۔ جس کی یاد سے بدن کے رونگٹے کھڑے
ہوتے ہیں ؎

سلطنت انگلشیہ کی ماتحتی ہیں کہ جہاں قانون کی مجبوریاں انہیں ایکدوسرے
کا گلہ کاٹنے سے روک رہی ہیں ایک دوسرے کے برخلاف مقدمہ بازی
اور اندرونی طور معاشرتی لائنوں کے مختلف صیغوں میں جہاں تک اُن کے
امکان میں ہے۔ ہندوستانی اقوام اور اُن کے اندرونی فرقے ایسی خطرناک جنگ و
جدل میں گرفتار ہیں کہ اگر اس بلند نظری کی سطح پر کوئی معاملہ فہم مدبر کھڑا
ہوکر انپر عمیق نظر ڈالے۔ کہ جہاں سے ہندوستانی اقوام کی ایکدوسرے کے برخلاف

انقلابیہ و خفیہ ریشہ دوانیوں کے راز اسے بخوبی دکھائی دینے لگ جائیں تو اسے ہندوستان بجائے جنت نشان ہونیکے اصلی معنے میں دوزخ نشان نظر آئیگا۔

اِس وقت تو ہندوستانیوں کے لیڈر تو وہی شخص ہیں جو نمائشی پلیٹ فارموں یا خفیہ انقلابی سوسائٹیوں کے پریذیڈنٹ ہیں اور ان کے دل و دماغ میں یہہ وہم سمایا ہوا ہے کہ انقلاب کے بگل کے بجتے ہی تمام ہندوستانی جنگجو ہمارے جھنڈے تلے جمع ہو جائینگے۔ مگر انہیں معلوم نہیں کہ لیڈری کا مرتبہ واقعات کے تابع ہوتا ہے۔ اس وقت تک تو وہ لیڈر ہیں۔ جب تک کہ سلطنت انگلشیہ کے موجودہ امن وامان کے دورے میں انقلابی تحریکیں پھیلانے کی کمالیت کی وجہ سے اُن کے مقابلے پر کوئی نہیں آسکتا۔ جو محض زبانی گولہ باری کے حدود کے اندر محدود ہے مگر اسوقت جب کہ ہندوستان کسی خطرناک انقلاب کے واسطے اُٹھے۔ سلطنت انگلیشہ کے موجودہ امن و امان و تسلط کے تغیر و تبدل کے ساتھہ واقعات میں بھی ایسی زبردست تبدیلی واقع ہوگی۔ جو اس وقت انقلاب پسندوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے ؂

جس سے بہت سے ایسے چھپے ہوئے رستم ہزاروں جنگجو ہندوستانیوں کی کمان کے لائق ثابت ہوکر انکے کمانیر بن جائینگے۔ جن کے مقابلے میں موجودہ انقلاب پسندوں کی فلسفیانہ منطق کسی کام نہیں آئیگی جن کے متعلق یہہ معاملہ مشتبہ ہے کہ ان جدید لیڈروں کا گروہ متحد ہوکر انگریزوں کے برخلاف جنگ کا اعلان کریگا یا سلطنت انگلیشہ کے قیام کی خاطر انقلاب پسندوں کی فوج پر ہاتھہ صاف کرنے کو اتر پڑیگا۔ مجھے خوف ہے کہ ان جدید لیڈروں کے گروہ میں سے ۱۸۵۷ء کے غدر کی طرح اگر سارے کا سارا نہیں تو ان میں بہت سے تو سلطنت انگلیشہ کے استقلال کے لئے میدان میں اتر پڑینگے کیونکہ سلطنت انگلیشہ ایسی گئی گذری کبھی نہ ہوگی کہ ہندوستان کا کوئی جنگجو گروہ کسی ایسے آڑے وقت اس کے جھنڈے تلے نہ آجائے جس سے کسی ایسے ملکی انقلاب کا جو بزعم خویش تمام ہندوستان کو

اپنے ساتھ ملا لینے کی تسلی کر لینے پر برپا کیا جائیگا۔ اس کے اعلان کے بعد انقلاب انقلاب کے بانیوں کو یہ بات سخت حیرت میں ڈال دیگی کہ ہمارے زبردست استدلالی معیار کے برخلاف ایسا ہندوستانی گروہ کسطرح پیدا ہو گیا ہے جو سلطنت انگلشیہ کے قیام کے لئے اِن کے برخلاف شمشیر بکف میدان میں آکودا ہے *

اگر ابہی سے انقلاب پسند۔ ایسے چھپے ہوئے وگمنام لیڈروں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں تو شائد انہیں کامیابی ہو جائے مگر مشکل یہ ہے کہ موجودہ حالت میں انکی گمنامی عنقا کا حکم رکھتی ہے۔ انقلاب پسند اگر لاکھ ٹکریں بہی ماریں۔ وہ نہیں مل سکتے اور نہ انقلابی تحریک کی آواز اُن کے کانوں میں پہونچنے کی امید ہے اس لئے ان کا پانا قطعًا ناممکن ہے یہ نہیں کہ گورنمنٹ نے انہیں کہیں دنیا و ما فیہا سے الگ کر کے چھپا رکھا ہے کیونکہ گورنمنٹ کو بھی اِن کا قطعًا علم نہیں بلکہ خود ان آدمیوں کو بہی اپنے اسوقت ایسے ہو جانے کا گمان نہیں ہے مگر انقلاب کے وقت وہ زمین سے خود بخود نکل کر آموجود ہونگے۔ ان کی پیدائش انسانی فطرت کے تغیرات کے تابع ہے جو کسی ہولناک انقلاب کے وقت اپنا کام ایسے حیرت انگیز سرعت سے کرینگے۔ کہ اسوقت کچھ کا کچھ ہو جائیگا اور خیالی وسطی پلاؤ کے دیگوں کی آگ انسانی فطرت کے تغیرات کے ہولناک بادوباران کی نذر ہو جائیگی *

ہندوستان میں علاوہ عام آبادی کی پبلک و سرکاری طاقتوں کے ہندوستانی والیان ریاست کا بہی ایک ایسا گروہ ہے جن کے زیر فرمان کروڑوں ہندوستانی رعایا ہے جن کے پاس بہیت مجموعی ایک ایسی زبردست فوجی طاقت ہے جو ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کرنے کو بہت کچھ حصہ لے سکتی ہے میرا یہ کہنا مبالغہ نہ خیال کیا جائیگا کہ موجودہ ہندوستانی والیان ریاست کا گروہ متحدہ صورت میں جس فریق کی طرف جہک پڑے۔ نوے فیصدی حد تک کامیابی اسی فریق کے قدموں پر ہوگی۔ اگر یہ گروہ انقلاب پسندوں کے چکمے میں آجائے تو پھر ان کی انقلابی

طاقت کہیں بڑہنی حدتک زبردست ہوجائیگی مگرمشکل یہہ ہے کہ باقی سلا ہندوستان
سلطنت انگلیشیہ سے پہرجائے مگر والیان ریاست کا برگشتہ ہونا محالات سے ہے انسان
فطرتاً جاہ طلب ہونے کے ساتہہ سخت آرام طلبی کیطرف بمقابلہ تکلیف و دنیاوی کش
مکش کے زیادہ مائل ہے خصوصاً جب کہ کسی وجاہت کے قیام اور اعلےٰ ترین معاشرتی
زندگی کی مستقل ضمانت ہوجائے۔ تو اس کے ہوتے وہ کسی موہوم وخیالی اور قیاسی برتریوں
کے سبز باغ کی طرف جہانکنے سے یقیناً کنارہ کشی اختیار کریگا جب کہ ہندوستان
کے والیان ریاست کو اپنی ریاستوں کے اوپر سلطنت انگلیشہ کی شہنشاہی سیادت
کے زیرسایہ کامل اختیار حکمرانی کے ملے ہوئے ہیں اور ان کے ریاستی علاقوں
کی حفاظت کی قطعاً ضمانت سلطنت انگلیشیہ نے لے رکہی ہے جس سے وہ نہایت
امن وامان اور ہر قسم کے خطروں سے محفوظ دنیا کی بہترین مادی مسرتوں و
آسائشوں کے مالک بنے ہوئے ہیں تو پہر یہہ خیال کرنا کہ وہ انقلاب پسندوں
کے ہتہے چڑہ کر اپنے ولی نعمت شہنشاہ ہند سے بغاوت اختیار کرینگے۔
محض ایک ایسا وہم ہے جو حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ ہاں اگر بلقانی
ریاستوں کی طرح دنیا کی باقی زبردست سلطنتیں ان کو ازاد کرانے اور
ان کے علاقہ جات کی توسیع ہوجانے اور بشرط شکست ان کی ہستی کو
قائم رکہنے کا منتر ان کے کان میں پہونک دیں جس کے ساتہہ یہہ بہی لازم ہو
کہ سلطنت انگلیشیہ بہی سلطنت عثمانیہ کی طرح بری اور بحری فوجی و اقتصادی
پہلو سے اپنی ملکی وقومی طاقتوں میں ایسی کمزور ہوجائے کہ اس کی طرح مرد بیمار
کا خطاب اسے دنیا دیدے تو شائد اس وقت کوئی ہندوستانی والئے ریاست
ملک گیری کے طمع و حرص میں بگڑ بیٹھے۔ مگر ہندوستانی والیان ریاست کیلئے
ایسے واقعات کا ہندوستان میں پیدا ہونا ہی ناممکن ہے کیونکہ سلطنت انگلیشہ
کی بحری وبری طاقت کمال عروج پر ہے۔ جس کے ہوتے کوئی اور سلطنت
ہندوستان کی طرف نظر بد اٹھا کر نہیں دیکہہ سکتی ہندوستان کی سرزمین کو دوسرا

بلقان بننے اور سلطنت انگلشیہ کو سلطنت عثمانیہ کی طرح کمزور ہو جانے اور اس
کے گرداگرد یورپی سلطنتوں کے خونخوار درندوں کے منڈلانے کے آثار
ابھی تک قوانین قدرت نے ظاہر نہیں کئے۔ چہ جائیکہ اس کے اسباب پیدا ہو گئے
ہوں جن سے صاف طور یہہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہندوستانی والیان ریاست کسی ایسی
آواز پر کان دھرنے سے از روئے قوانین انسانی فطرت کے قطعاً معذور ہیں اور
اگر ہمیشہ کے لئے نہیں۔ تو صدیوں تک تو ضرور ایسے رہینگے۔ اور موجودہ مستقل
عظیم الشان وجاہت اور حکمرانی کو چھوڑ کر کسی ایسے موہوم خیال کی طرف قدم نہیں
اٹھائینگے۔ جس سے سو فیصدی حد تک یہہ اندیشہ بھی ہو کہ کہیں موجودہ عظیم الشان
مرتبت سے گر کر گداگری کے ٹکڑوں پر گذارہ کرنا پڑ جائے۔ اس لئے ایسے موجودہ
زبردست واقعات کے ہوتے ہندوستانی والیان ریاست کو سلطنت انگلشیہ کی ہندوستان
میں استقلال کی مشین کے زبردست کل پرزوں میں تصور کرنا چاہئے اور انہیں
ملکی انقلاب کا جانی دشمن اور اس کی بیخ و بن اکھاڑ ڈالنے والوں کی علم برداری
کی ذیل میں دیکھنا چاہیئے۔ جن کے اس مسلمہ طرز عمل سے باقی ہندوستانی اقوام
بھی انقلاب کے نام سے کانوں پر ہاتھ رکھنے کو ترجیح دینگی۔ اور دے رہی ہیں۔
غالباً بعض انقلاب پسندوں کا یہہ بھی خیال ہوگا کہ ایشیا کی بعض سلطنتیں جو
ہندوستان سے بری اور بحری راستوں کے ذریعے قریب تر ہیں۔ ان کی
مدد و پشت گرمی سے ملکی انقلاب کو ترقی دینے اور کامیاب بنانے میں انہیں
مدد دینگی چونکہ انسانی خود غرضی و بوالہوسی پر کوئی اعتبار نہیں۔ جس سے یہ قیاس
کیا جا سکتا ہے کہ بعض سلطنتوں کے ذی اثر و عالی مرتبہ اشخاص نے ہندوستانی
انقلاب پسندوں کو خفیہ طور شہ دے رکھی ہو۔ کہ ہماری قوم و سلطنت تمہاری
آزادی کی بدل و جان خواہش مند ہے اور کسی مضبوط اور کامیابی کی ضمانت دینے
والے ملکی انقلاب پر تمہاری مدد کرنے کو ہر طرح طیار ہے۔ جس سے ان کی
اس ہمدردی کے اندر اس ڈپلومیٹک پالیسی کا راز نہاں رہتا ہے کہ کسی دوسری

قریبی یا دور کی زبردست سلطنت کے حملے سے اپنے آپ کو بچانے کی غرض سے
اس کے ملک کے اندر سازشی ریشہ دوانیوں سے اس کے لئے اندرونی مشکلات
کا دروازہ کھولدیں۔ تاکہ وہ اپنی خیر منانے کی حدود کے اندر رہ کر کسی دوسرے
ملک کو فاتحانہ امنگوں کا تختہ مشق بنانے سے باز رہے یا اس سلطنت کے اندرونی شیرازے
کے درہم برہم ہوجانے سے اس کی مالی و فوجی طاقت یہاں تک زوال پذیر ہو جائے
کہ وہ طاقت کے لحاظ سے بالکل ضعیفی و پستی کے درجہ پر پہونچ جائے جس سے
اس سلطنت کو کہ جن کے مدعوں کی خفیہ پولیٹیکل ریشہ دوانیاں دوسری سلطنت کی
ایوان استقلال کی بنیادوں کو کھوکھلی کر رہی ہوتی ہیں اسپر حملہ کر کے اس سے
ملک چھیننے کا موقعہ مل جائے۔ یہہ طرز عمل ہمیشہ سے اور خصوصاً آج کل نہایت
زور سے تمام دنیا کی سلطنتوں کا چلا آتا ہے اور ممکن ہے کہ ہندوستانی انقلاب
پسندوں کا گروہ جو ساری دنیا میں سرنگیں لگائے ہوئے سلطنت انگلشیہ کے
برخلاف ملکی انقلاب کی ہوس میں گھوم رہا ہے
کسی ایشیائی یا یورپی سلطنت کے کسی مدبر کی کسی وقت یا مسلسل تسلیوں کے
دھوکے میں اس کے بعض آدمی آگئے ہوں۔ مگر جب ایشیائی سلطنتیں خود موت
و حیات کی کش مکش میں ایسی مبتلا ہیں کہ شاذ ہی زندہ بچیں۔ اور اگر کوئی اتفاق سے
زندہ رہ بھی جائے تو سالہا سال کی بعد جاکر اس قابل ہوگی کہ وہ اپنے اندرونی
کل پرزے سنبھال کر باقی دنیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔ چہ جائیکہ وہ صدیوں
کے بعد سلطنت انگلشیہ جیسی ترقی کرنیوالی سلطنت کے مقابلے کے لائق ہو۔
جاپان سے یقیناً ہمارے ہندوستانی انقلاب پسندوں کو بہت سی امیدیں اس
قسم کی ہونگی مگر انہیں یہ معلوم نہیں۔ کہ جاپان کی اپنی ہستی یورپ کے روز
افزون اتحاد کے مقابلے میں روز بروز خطرے میں ہوتی جاتی ہے۔ بیشک روس
ایک دفعہ اس سے شکست کھا کر اس کا اب دوست بھی بن گیا ہے۔ مگر انقلاب پسند
اور شوریدہ روس جب جاپان سے بدلہ لینے کے ایسے مضبوط ذرائع مہیا کر لیگا

کو جس سے اسے یقینی کامیابی کی امید ہو سکے۔ تو وہ اس وقت تمام معاہدوں
کو خیرباد کہہ کر جاپان پر یورش کر دیگا۔ جس کی امداد پر اگر دو تین یورپی
سلطنتیں بھی ہو گئیں۔ جس کا امکان روز بروز یورپی سلطنتوں کے اتحاد کی
ترقی سے یقین کے درجے پر پہونچتا جاتا ہے۔ تو پھر خود جاپان کی تباہی میں
کوئی شک وشبہ نہیں جبکہ اب بھی وہ بیچارا اپنے ہم نسل ومتحد الاغراض
اور ہمسایہ سلطنت چین کے اعضاء کی قطع برید پر جو تبت اور منگولیا کو اس
سے جدا کر لینے کی وضع میں عمل پذیر ہو رہی ہے محض خوف اور اپنی کمزوری
کو محسوس کرکے خاموش بیٹھا ہوا ہے اور اپنے مستقبل کی حفاظت کے مراقبے
میں ایسا مستغرق ہے کہ اسے دنیا ومافیہا کا پتہ نہیں۔ تو پھر اس سے ایسی
امید رکھنا کہ وہ کسی دن ہندوستان سے انگریزوں کو نکال دینے میں انقلاب
پسندوں کی مدد کو آموجود ہوگا۔ محض خیالی ڈھکوسلے ہیں۔

اگر انقلاب پسندوں کے اس خیالی بلند پروازی کو حقیقت کا لباس پہنا دیا
جائے اور کسی دوسری سلطنت کے بحری بیڑے اور فوجیں ہندوستان میں
انقلاب پسندوں کی مدد کو اتر بھی جائیں۔ تو پھر جب ملک پر ایک دفعہ
اس کا قبضہ ہو جائیگا تو پھر اس کے پنجے سے ملک کو کون چھڑائیگا۔ جبکہ تاریخ
عالم اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ کسی سلطنت یا قوم نے کسی ملک کو فتح کرکے
بغیر کسی ایسی تحت مجبوری کے کہ اس پر قبضہ رکھنا ان کے امکان سے باہر ہوتا
ہے اس فیاضانہ اولوالعزمی کے خیال پر نہیں چھوڑا۔ کہ اس ملک کے باشندے
اس پر حکومت کریں۔ ان کی فطری خود غرضی یہاں تک انسان کو مجبور کرتی ہے
کہ وہ اپنے باپ اور بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگین کرکے کسی ملک کی سلطنت
حاصل کرے۔ چہ جائیکہ ایک غیر ملکی وغیر قومی سلطنت ہندوستان پر فاتحانہ قبضہ
حاصل کرکے چند آدمیوں کے اس بات کے کہنے پر کہ اپنے وعدہ کو پورا کرو۔ بغیر
کسی کشمکش و پیچ کے چھوڑ کر چلے جائے۔ ایسی صورت میں اگر سلطنت انگلشیہ

کے ہاتھ سے انقلاب پسندوں نے کسی اور غیر ملکی سلطنت کی فوج کو بلا کر آزاد کرا لیا۔ تو وہ دوسری سلطنت ہندوستان پر قبضہ کر لیگی۔ جس کے معنے یہ ہونگے۔ کہ انگریز نہ سہی۔ جاپانی ہی سہی۔ مگر ہندوستانیونکو کیا فائدہ پہنچا۔ خون کی ندیاں بہا کے جب تیلی کے بیل کی طرح محکومیت کا طوق پھر بھی گردن میں آپڑا۔ تو بدنصیب ہندوستان کے لئے "دھوبی کا کُتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" کی مثل صادق آئیگی۔ جس کے بعد یہ بھی خوف ہے۔ کہ انقلاب کے بعد قابض غیر ملکی سلطنت ہندوستانیوں کی بے اعتمادی وغیر وفاداری کی آزمائش کر لینے سے آج سے بدرجہا بدتر حکومت ہندوستان پر قائم کر دے۔ اور ہندوستان کے تمام رگ و ریشہ کو عقوبت و غلامی کے مہیب شکنجے میں کس کر ہمیشہ کیلئے ہندوستانی قومیت کی ہچکی کر ڈالے۔ اور سلف گورنمنٹ کی آرزوؤں کے بجائے ہندوستانیوں کو مجبور کرے۔ کہ وہ اپنی انفرادی ہستی کی سلامتی کی دعا سجدوں اور ہندوستان سے باہر لق و دق صحراؤں میں جا کر بھیلوں اور گونڈوں کے دوش بدوش بیٹھ کر مانگیں۔

پس اس بحث سے جو کہیں حد تک بخوف طوالت مختصر کر دی گئی ہے۔ ہر ایک ذمہ وار و عالی دماغ مدبر جو اپنے گرد و پیش دنیا کے واقعات اور خصوصاً ہندوستان کے ماضی و حال اور مستقبل کو جانچنے کی پوری لیاقت رکھتا ہے۔ اس نتیجے پر پہنچنے کو میری اس رائے کے ساتھ پورا اتفاق کریگا۔ کہ ہندوستانی انقلاب پسندوں کا یہ خیال کہ ان کی انقلابی تحریکوں کی اشاعت سے آخر ایک دن ہندوستان کی تمام قومیں متحد ہو کر سلطنت انگلشیہ کے برخلاف ملکی انقلاب کیلئے کھڑی ہو جائینگی۔ نہایت ہی بے اصول و مضحکہ انگیز اور ناممکن الوقوع ہے۔

اگرچہ اس پہلے سوال کو بدیہی و اظہر من الشمس واقعات کے رو سے مسترد کر دینے کے بعد اس دوسرے سوال کی اہمیت جو پہلے سوال کی بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے۔ قطعاً مفقود ہو جاتی ہے۔ مگر اپنے انقلاب پسند ہندوستانی بھائیوں کی خاطر اس پر بحث کرنی میں ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ کیا ایسا زبردست ملکی انقلاب کہ جس میں ہندوستان کے تمام باشندے شامل ہوں۔ انگریزونکو بالکل مغلوب کر کے ہندوستان

سے نکال دیگا۔ جیسا کہ اوپر میں نے دکھایا ہے۔ ایسا ہونا ہی ناممکن ہے۔ اگر بالفرض ہندوستانیونکی باہمی منافرت اور بغض وحسد کے جراثیم کو انقلاب پسندوں کی دعائیں فنا کر دینے سے کامیاب ہوجائیں۔ اور تمام والیان ریاست ہندوستانی فوج ۔ پولیس ۔ ملازمان سول ۔ رئیس وعام ہندوستانی پبلک متحدہ طور اس مدعا کو لیکر شمشیر بکف اٹھ کھڑے ہوں۔ کہ انگریزونکو ہندوستان سے مار کر نکالدیں۔ تو ایں کا پہلا دور دورہ ۱۸۵۷ء کے غدر کیطرح اس پیرائے میں تو نہایت کامیابی سے ہوگا۔ کہ انگریزی افسرونکو جابجا قتل اُن کی بیویونکو تلوار کی گھاٹ ۔ اور اُن کے ننھے ننھے بچونکو سنگینونکی نوک پر چڑھایا جائے۔ اور گورہ فوج پر یورش کر کے اُسے قلت اور محاصرے کیوجہ سے شکست فاش دیکر اس کا نام ونشان مٹا دیا جائے یہ تو سب کچھ ہوگیا۔ مگر کامیابی کے میدان کو طے کرنے کا وقت اس سے بعد آئیگا وہ یہ کہ اس کے ساتھ ہی ایک ایسی زبردست ومرکزی گورنمنٹ ہندوستان میں قائم ہو جائے۔ جو تمام مختلف المذاہب ومختلف الاغراض فوجوں اور ہندوستانی اقوام کو اپنے قابو میں رکھنے پر قادر ہو۔ اور اس کا نظام بھی ایسا زبردست ہو۔ جیسا کہ اس وقت سلطنت انگلشیہ کا ہندوستان میں ہے۔ کہ جس کے مکمل ومضبوط ہونے کیوجہ سے ہندوستانی سپاہی باوجود مختلف المذاہب ومختلف الاغراض ہونے کے انگریزی افسروں کے ماتحت بجائے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے کے سلطنت انگلشیہ کے دشمنوں سے لڑتے ہیں۔ بلکہ اس انقلابی وبا میں ایسے جراثیم کا پیدا ہونا بھی ضروری ہے۔ جو مختلف قوموں کی لیڈری کی وضع میں ملکی اتحاد کے فوائد کو پاؤں تلے کچل کر ہندوستان کے تخت کے مدعی بن جانے کی وضع میں نمودار ہو جائینگے ۔ جس کے ساتھ ہندو مسلمانوں کے دماغوں میں اپنی اپنی سلطنت کا خیال جاگزین ہو کر ہندوستان میں طوائف الملوکی کا بازار گرم ہو جائیگا۔ اگر انگریزوں کے برخلاف کسی ملکی انقلاب کی کامیابی کے ساتھ ہی فوراً ایسی ملکی خانہ جنگیاں برپا ہوگئیں۔ اور ہندوستان کی ہندوستانی مرکزی گورنمنٹ اسکے روکنے کے لائق اس وقت ثابت نہ ہو سکی۔ تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلیگا۔ کہ ملک باہمی

خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو کر قطعاً ویران اور قحط و وبا کی مصیبتوں میں گرفتار ہو جائیگا۔
جس سے جدید ہندوستانی گورنمنٹ انگریزوں کی بغاوت فرو کرنے والی ان افواج کو جو
لاکھوں کی تعداد میں ہندوستانی سواحل پر اپنے مہیب بحری جنگی بیڑوں کے ذریعے اتر اتر کر
ملک کے اندر پیش قدمی کر رہی ہوگی۔ ملک کے اندر بڑھنے سے روک دینے اور سواحل
سے مار کر نکال دینے سے قطعاً عاجز ہوگی۔ کیونکہ جن پبلک ہندوستانی فوجی طاقتوں نے
ذریعے اس نے ایک دفعہ بے پناہ انگریزوں کو ہندوستان سے نیست و نابود کر دیا ہوگا
وہ تو سلطنت انگلشیہ کے زبردست نظام کے پنجرے سے آزاد ہوتے ہی ایکدوسرے
کی گردن کاٹنے میں مشغول ہونگی۔ جبکہ ان کا اتحاد سلطنت انگلشیہ کے موجودہ نظام
کے پنجرے کے توڑنے تک رہیگا۔ جیسا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں اکثر علاقوں میں انگریزوں کے
نکل جانے کے بعد ہندو و مسلمانوں کی باہمی لڑائیاں شروع ہو گئی تھیں۔ تو پھر اُن
پیشقدمی کرنے والی انگریزی فوجوں کو کون روکیگا۔ جس کا نتیجہ آخر یہی نکلیگا۔ کہ پھر دوبارہ
ہندوستان پر انگریزی فوجیں کسی برائے نام مزاحمت کو دور کر کے قابض ہو جائینگی۔
اگر اس سے آگے چل کر یہ فرضی قیاس اس سوال کے ہر ایک پہلو پر بحث کرنے کی خاطر مان
لیا جائے۔ کہ ملکی انقلاب کے ہوتے ہی جب انگریزوں کے وجود سے ہندوستان ایکدفعہ
صاف ہو جائے۔ اور ایک زبردست ہندوستانی مرکزی گورنمنٹ ایسے اعلیٰ پیمانے پر
اس کے ہوتے ہی قائم ہو جائے۔ جیسی اس وقت سلطنت انگلشیہ ہے۔ اور تمام
ہندوستانی فوجیں۔ والیان ریاست ملکی رئیس و لیڈر ہندوستانی قومیت کی لائن
پر اس کے جھنڈے تلے موجود ہوں اور تمام ملک میں امن قائم ہو جائے۔ تو پھر کیا
اس حالت میں انگریزوں کی تازہ وارد فوجوں کو شکست دینے کے قابل ہندوستان خیال
کیا جا سکتا ہے؟

سلطنت انگلشیہ جو ایک نہائت ہی ترقی یافتہ سلطنت ہے۔ جس کے مرکز
انگلستان میں بیشمار ذخائر سامان جنگ کے ایسے محفوظ ہیں۔ جن سے وہ کروڑہا آدمیوں
کو مسلح کر سکتی ہے۔ علاوہ اس باقاعدہ فوج کے کہ جسکی تعداد ہندوستان میں بوقت

جنگ گیارہ لاکھ بیان کیجاتی ہے۔ وہ اپنی تمام وسیع اور دولتمند نوآبادیوں اور انگلستان کی باقاعدہ فوجوں کے علاوہ بیشمار آدمیوں کو مسلح کرکے اپنے بحری جنگی بیڑوں کے ذریعے ہندوستان کو دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے بھیجنے کی پوری طاقت رکھتی ہے۔ اس کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہ ہوگی۔ کہ وہ انگریزی قوم کی پانچ کروڑ نوآبادیونکی کروڑہا رعایا سے لاکھوں آدمی مسلح کرکے اپنی باقاعدہ فوج کیساتھ بیس تیس لاکھ کی تعداد میں ہندوستان کے سواحل پر اتار دے۔ جو سارے کے سارے اعلیٰ درجہ کے جدید آلات جنگ سے مسلح ہونگے۔ اور لاتعداد مہیب توپخانوں اور ہوائی جہازوں کے ساتھ ہندوستان پر بڑھینگے۔ تو پھر اس وقت کیا ہندوستان اتنے آدمیونکو اُن کے برابر مسلح کرکے اُس کے مقابلے کے لائق ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ ملک کے تمام جنگی ذخائر بھی اس کے قبضے میں ہوں۔ تو بھی وہ ان ہندوستانی سپاہیوں کیلئے جن کی تعداد اس وقت دو لاکھ ہے۔ کافی ہونگے۔ یا ہندوستانی ریاستوں کے جنگی ذخائر کی مدد سے دو لاکھ کی بجائے تین لاکھ آدمیوں کے مسلح ہونے کا خیال کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ ہندوستان میں سوائے سرکاری جنگی ذخائر کے عام رعایا کے پاس ٹوٹی پھوٹی تلوار بھی نہیں ہے۔ تو پھر تین لاکھ سے زیادہ فوج مرتب کرنے کو اسلحہ کہاں سے آئینگے۔ اگر یہاں سرکاری جنگی ذخائر۔ ملک کے خفیہ اسلحہ جات کو مبالغہ کی رنگ آمیزی کے درجہ میں رکھکر یہ درجہ دیدیا جائے۔ کہ وہ مذکورہ بالا اندازے سے زیادہ ہیں۔ تو ہندوستان میں باوجود ایڑی چوٹی کے زور لگانے کے چار پانچ لاکھ آدمیوں کے مسلح کرنے سے زیادہ اسلحہ نہیں مل سکینگے۔ تو پھر کیا ان چار پانچ لاکھ مسلح ہندوستانیوں سے تیس چالیس لاکھ مسلح انگریزی افواج کی روک تھام ہوجائیگی؟ جبکہ ملک میں امن وامان کے قائم رکھنے کو بھی ان چار پانچ لاکھ آدمیوں کے سوا اور کوئی ذریعہ نہ ہوگا۔

ایسے وقت میں ہندوستان کی بتیس کروڑ آبادی کی مہیب تعداد کسی کام نہیں آئیگی۔ اور نہ بتیس کروڑ آدمیوں کے متحدہ طور کنکر پھینکنے یا خاک کی مٹھیاں بھر بھر کر ڈالنے سے مہیب اور لاتعداد انگریزی افواج کی پیش قدمی رک سکیگی۔ وہاں

مقابلہ سامان جنگ کا ہوگا۔ اور اس کے مقابلے کے لائق وہی ہندوستانی ہونگے
جو مسلح ہونگے۔ نہ کہ بتیس کروڑ آبادی۔ کہ جن میں سے کروڑ آدمی کبھی اس وقت میدان
جنگ میں بھیجا جا سکتا ہے۔ مگر وہ نہتے کروڑہ آدمی کس کام کے۔ پس اس حالت میں
ایک طرف تو زیادہ سے زیادہ ایسے چار پانچ لاکھ ہندوستانی سپاہی ہونگے۔ جو بوجہ عدم
موجودگی لائق و قوانین جنگ سے ماہر افسروں کے محض ناتربیت یافتہ ہندوستانی
افسروں کی ماتحتی میں شتر بے مہار کیطرح منتشر و بے قاعدگی کے ضابطہ کے ماتحت
وحشی قزاقوں کے غول کی وضع میں ہونگے وہ اعلیٰ درجہ کے تربیت یافتہ جنگی
افسروں کے ماتحت تیس چالیس لاکھ باقاعدہ فوج کا کیا خاک مقابلہ کرینگے۔
جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندوستانی عاوضی گورنمنٹ کی چند دنوں کے بعد نہ
فوج ہوگی۔ اور نہ خود اس کا کوئی وجود ہوگا۔ اور یہی ہندوستان ہوگا۔ اور یہی
سلطنت انگلشیہ +

اگر اس حالت میں کوئی ایشیائی سلطنت خشکی کے راستے سے ہندوستانی
گورنمنٹ کی امداد کرنے کو مغرب یا شمال کیطرف سے فوجیں بھیجے۔ کیونکہ بحری
راستہ تو زبردست مہیب انگریزی بحری جنگی بیڑوں کے قبضہ میں ہوگا۔ جس کا
قبضہ صدیوں تک ہٹانے سے ایشیا کیا بلکہ یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں قاصر رہنگی۔
تو پھر ایسی کسی صورت کے بن جانے سے تمام یورپ کی ہمدردی سلطنت انگلشیہ
کے ساتھ ہو جائیگی۔ کیونکہ اگر سلطنت انگلشیہ جو ایک یورپی سلطنت ہے ایک
ایسے ملک کو جو یورپ میں نہیں ہے۔ ہاتھ سے کھو بیٹھے گی۔ تو پھر تمام یورپ
کی زبردست سلطنتوں فرانس۔ روس۔ جرمن وغیرہ کو یہ خوف دامنگیر ہوگا
اور ان کا یہ خوف واقعی حقیقت کا پہلو لئے ہوئے ہوگا۔ کہ جسطرح سے سلطنت
انگلشیہ کو ایشیا سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اسیطرح اُن کے ایشیائی و افریقی
مقبوضہ ممالک سے ماتحت اقوام انہیں نکالدینگی۔ جس سے یورپ کا موجودہ سیاسی
اختلاف ایک زبردست اتحاد کی وضع اختیار کر لیگا۔ اور متحدہ یورپ کی تمام

بری اور بحری فوجیں ہندوستان میں سلطنت انگلشیہ کی امداد کو آ پہنچینگی۔ جن کے سامنے ہندوستان اور اس کی کسی رفیق ایشیائی سلطنت کی ہستی ہمیشہ کیلئے فنا کی چادر اوڑھ لیگی ✤

ایسے صاف اور صحیح واقعات کی بنا پر متحدہ ہندوستان کی طاقت سے یہ باہر ہے۔ کہ وہ سلطنت انگلشیہ کی محکومی کا جوا اپنے کندھوں سے اتار سکے۔ نہ یہ اب ہو سکتا ہے۔ اور نہ صدیوں تک ایسا ہونا ممکن ہے۔ اور ایسا خیال پیدا ہی کرنا محض ایک ایسی ذلیل ترین بے اصول سیاسی بلند پروازیوں کی مضحکہ انگیز دلائل پر مبنی ہے۔ کہ جن کی بھنور میں میرے بعض ہندوستانی انقلاب پسند بھائی پھنسے ہوئے ہیں۔ جو محض پادر ہوا اور اصولاً ردی ہیں ✤

اب مذکورہ بالا ہر دو سوالوں کے متعلق کافی بحث کرنے کے بعد جبکہ یہ نتیجہ صاف طور نکل آتا ہے۔ کہ انگریز ہندوستان سے جبراً نہیں نکالے جا سکتے۔ اور نہ اس کی امید کسی قریب تر زمانہ میں کیجا سکتی ہے۔ تو غالباً ناظرین ہندوستان سے انگریزوں کے نکل جانے کے بعد کے سوال کو فضول خیال کرینگے۔ مگر اصولاً اس کا حل کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمیں اپنے انقلاب پسند بھائیوں کے تمام پروگرام کے اوپر ناقدانہ نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ جو بغیر اس تیسرے سوال کے حل کرنے کے نامکمل رہ جائیگی۔ کیونکہ ان کی انقلابی بلند پروازیاں انہیں اپنی ملکی طاقتوں کے ذریعہ ناکامیابی کا راستہ دکھانے کے بعد یہ مسرت افزا امیدیں ان کے دل میں پیدا کر دیتی ہیں۔ کہ نظام عالم کے کسی زبردست تغیر کیوجہ سے انگریز مجبور ہو کر ہندوستان کو کسی وقت خالی کر دینگے۔ مثلاً یہ کہ کسی وقت دلیجرمن اپنی بحری طاقت کو ایسا زبردست بنالے۔ کہ انگریزوں کو سمندروں میں مغلوب کر کے انگلستان کا محاصرہ کرلے۔ جس سے انگریز ہندوستان میں بے پناہ ہو کر خود بخود یہاں سے چلے جانے پر مجبور ہو جائیں۔ یا کوئی ایسی خطرناک یورپی جنگ چھڑ جائے۔ کہ جسمیں انگریزوں کو ایسی سخت شکستیں مل جائیں۔ کہ ان کا اپنا وطن

انگلستان بھی خطرے میں پڑ جائے۔ اور یہاں کے تمام انگریز اور گورہ فوجیں اپنی مادر وطن کو بچانے کی غرض سے ہندوستان کو چھوڑ کر چلی جائیں۔ یا کوئی زبردست سلطنت ہندوستان کی آزادی کی خاطر انگریزوں کو جنگ میں مغلوب کر کے انہیں مجبور کرے کہ وہ ہندوستان کو خالی کریں۔ کیونکہ ایسی سلطنتیں بھی دنیا میں اب پیدا ہو گئی ہیں۔ جو محکوم قوموں کو آزادی دلانے کا ٹھیکہ لئے پھرتی ہیں۔ اور خاصکر یورپ میں تو ان کی ترقی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ یا ہم ایسی قیاسی خیالات حقیقت کا جامہ پہن لیں۔ کہ جن پر مجھ جیسے "تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو" کے اصول پر چلنے والے ہٹ دھرم آدمی تو کبھی یقین نہیں لاتے۔ مگر یہاں اپنے ہندوستانی انقلاب پسند بھائیوں کی خاطر ایک پیش نظر مسئلہ کو حل کرنے کے لئے مان لیا جاتا ہے۔ کہ شائد انگریز کبھی ہندوستان کو خالی کر کے چلے جائیں۔

پھر یہاں انگریزوں کے چلے جانے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر ہندوستانی کیسی قسم کی گورنمنٹ یہاں ہندوستان میں قائم کرینگے۔ وہ جمہوری ہوگی یا شخصی۔ جمہوری حکومت کیلئے یہ پہلے لازمی ہے۔ کہ ملک فرانس یا امریکہ کیطرح تعلیم یافتہ ہو۔ اور تمام ہندوستانی اقوام تمام مذہبی تفرقوں کو چھوڑ کر محض ہندوستانی قومیت کی لائن پر آجائیں۔ جس سے انتخاب پریذیڈنٹ اور ممبران پارلیمنٹ پر ملک میں باہم خانہ جنگی پیدا نہ ہو اور لائق ہندوستانی بلحاظ اس کے کہ ان کا نام لعل چند یا شیر سنگھ اور غلام محمد ہے پریذیڈنٹی اور پارلیمنٹ کی ممبریوں پر مقرر ہو جائیں۔ ورنہ اس سوال کے پیدا ہوتے ہی پھر مذہبی منافرتیں اور نسلی تعصب گذشتہ تاریخی واقعات کو ساتھ لیکر ملک میں نہائت زور شور سے آموجود ہونگی۔ اور پھر ہندوستان آئے دن کے جدید انقلاب کی خفیہ و اعلانیہ جدوجہد اور خانہ جنگی و باہمی لوتوییں میں کا میدان بن جائیگا۔ جس سے پھر ہندوستان اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کے امتحان میں فیل ہو کر کسی غیر ملکی سلطنت کو اس قسم کی دعوت دینے پر مجبور ہوگا۔ کہ وہ آکر اس پر قبضہ کرلے۔

وہ وقت ابھی بہت دور ہے۔ کہ ہندوستان جمہوری حکومت کے لائق ہو جائے۔

اور ہندو اس بات پر رضامند ہو جائیں۔ کہ ہندوستان کا پریذیڈنٹ مسلمان ہو جائے اور مسلمان اس بات کو گوارا کرلیں۔ کہ پریذیڈنٹی کی کرسی کو کوئی ہندو زینت دے اور پارلیمینٹ کی نشستوں میں پانچ حصے ہندو نظر آئیں۔ اور ایک حصہ مسلمان۔ اور اس کے ساتھ مختلف اقوام کے افراد فوج۔ پولس۔ سول کے صیغوں میں جمہوری طرز پر کام کرنے لگ جائیں۔ اگر سلطنت انگلشیہ کی مثال پیش کیجائے۔ یا سلطنت مغلیہ کی۔ تو ایسی سلطنتوں کا مرکز شخصیت ہے۔ اور ایک ایسی مقررہ و زبردست وجود کی شخصیت کے نام پر حکومت کیجاتی ہے۔ کہ جسکی سلطنت ہندوستان پر بزور شمشیر قائم کیگئی ہے۔ اور قائم ہے۔ انتخاب کے ذریعے عمل میں نہیں آئی۔ ہاں کوئی ہندو یا مسلمان بحیثیت ایک مستقل فرمانروا کے ہندوستان کے تخت پر قابض ہو جائے۔ تو پھر ہندو اور مسلمان اس شخص کا ملازم اپنے آپ کو تصور کر کے حکومت کے ہر ایک کام کو بخوشی محض مزدوری کے اصول پر کرینگے۔ مگر جبکہ جمہوریت میں ملازمت نری مزدوری نہیں۔ بلکہ قومی حکومت کے اصول پر حکمرانی کی برتری کا پہلو بھی لئے ہوئے ہوتی ہے۔ اس وقت یقیناً ہندوستان میں پھر مختلف قومیت کے سوال پیدا ہونگے۔ اور جمہوری حکومت کے انجن کے کل پرزوں کی کشمکش اپنے انجن کو ناکارہ بنادیگی۔ اور مختلف المذاہب ہندوستانی قومیں اپنی اپنی مذہبی برتری اور ان کے قوانین کی حکمرانی کے تعصب میں سرشار ہو کر جمہوری آئین کے پرخچے اڑا دینگی +

اگر جمہوریت کو چھوڑ کر ہندوستانی انقلاب پسندوں کو شخصی حکومت کے قائم کرنے کا خیال ہو۔ تو تخت پر جس مذہب و ملت کا آدمی متمکن ہو جائیگا۔ تو پھر ہندوستان میں ہندوستانی حکومت نہیں بلکہ اس شخص کے مذہب کے نام پر ہندو یا مسلمان کی حکومت ہوگی۔ اور صرف ایک قوم حکمران اور دوسری قومیں محکومیت کے درجہ پر آجائینگی۔ جس کا نام ہندوستانی حکومت نہیں رکھا جاسکتا۔ چونکہ مضمون زیر بحث کا مدعا ہندوستانی حکومت کے متعلق ہے۔ جبکہ یہاں آکر ہندوستان میں ایک ہی قوم کی حکومت کا معیا قائم ہوگیا ہے۔ اسی ہم یہاں ہی چھوڑتے ہیں

کیونکہ یہ ہمارے مدعا کے ہی برخلاف ہے۔

اب اگر ہندوستان میں کسی مشکل سے قیاس کے بحر بے پایاں کو طے کر کے جمہوری حکومت بھی قائم کر لی جائے۔ تو اس کے لئے پہلے یہ ضروری ہوگا۔ کہ وہ ہندوستان کی سواحل کی حفاظت کیلئے ایک زبردست جنگی بیڑہ بھی رکھے۔ اور اور ہندوستان کے مغربی و شمالی دشمن ممالک افغانستان۔ چین۔ روس کی روک تھام کیلئے موجودہ ہندوستان کی فوجی طاقت سے چار گنا فوجی طاقت بھی میسر کرے۔ ان کا مہیا کرنا بھی ایسا ہی جلدی کا کام ہوگا۔ کہ انگریز ہندوستان سے نکل کر ابھی اپنے وطن انگلستان میں نہ پہنچے ہوں۔ کہ ہندوستان کی بحری و بری فوجی طاقت کمال عروج پر آ جائے۔ تاکہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد وہ غیر ملکی سلطنتیں جو ہندوستان پر مدتوں سے دندان آز تیز کئے ہوئے ہیں۔ اپنی فوجیں لیکر نہ چڑھ آئیں۔ اگر ایسی سرعت سے جوہاری کے مصنوعی آم کی پیدائش کی طرح چند دنوں کا کام ہے۔ انگریزوں کے چلے جاتے ہی ہندوستان کی بحری و بری فوجی طاقت مضبوط نہ ہو سکی۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلیگا۔ کہ سمندر کی طرف سے ایک طرف ملک کے سواحل پر جاپان کے بحری بیڑے ملک پر قبضہ کرنے کو آ موجود ہونگے۔ اور دوسری طرف خشکی کے راستے افغانستان اگر افغانستان نہیں۔ تو روس ایران کو پامال کرتا ہوا آ موجود ہوگا۔ اور چین کو بھی ملک گیری کی ہوس شمالی سرحد پر فوج بھیجنے پر مجبور کریگی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلیگا۔ کہ یا تو ہندوستان کے باہر کی سلطنتیں ملک کو آپس میں تقسیم کر لینگی۔ یا ہندوستان ان کی باہمی جنگ و جدل کا میدان بن کر سلطنت مغلیہ کے آخری زمانے کی طرح خونریز لڑائیوں کا تختہ مشق بن جائیگا۔ اور پھر کامل ملکی تباہی کے بعد جس بیرونی سلطنت کا پاسہ زبردست ہوگا۔ وہ انگریزوں کی قائمقام بن کر ہندوستان کی فرمانروا بن جائیگی۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد پھر ایک عرصہ دراز کا وقفہ ہندوستان کو ملے۔ جو وہ اپنے جہازی کارخانے بنا کر جنگی جہازات کے بیڑے بنائے یا غیر ملکوں سے خرید کرے۔ اور اسلحہ جات کے تیار کرنے کے کارخانے

کھولے۔ مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ سونے کی چڑیا ہندوستان مفت ہاتھ آنے پر بیرونی سلطنتیں ایسا نادر موقعہ ہاتھ سے جانے دیں۔ جبکہ صدیوں کی ملکی حکومتوں کو بھی باوجود جمہوریت قائم کرنے کے غاصب و جابر سلطنتیں دم نہیں لینے دیتیں اور ان کی قطع برید کر رہی ہیں۔ ایران۔ چین۔ مراکو۔ ٹرکی دنیا کے کمزور ملکوں کو علی الاعلان کہہ رہی ہیں۔ کہ ہرگز ہرگز اس انقلاب کا نام نہ لینا۔ ورنہ تباہی ہی تباہی کا سامنا ہوگا۔ انقلاب سے یہ تو لازم ہوتا ہے۔ کہ ملک میں پہلے ہر ملکی و سرکاری طاقتوں کو باہمی خانہ جنگی و بدامنی سے سخت کمزوری لاحق ہو جائے۔ جس کا خمیازہ ایران چین وغیرہ ممالک اٹھا رہی ہیں۔ اگر ان ممالک اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا۔ تو ان کا انقلاب مبارک تھا۔ کیونکہ چند دنوں کے بعد وہ تمدن و تہذیب کے مراحل طے کر کے عالیشان متمدن سلطنتیں بن جاتے۔ مگر انسانی فطرت کی بوالہوسی نے بیرونی سلطنتوں کو خاموش نہیں بیٹھنے دیا۔ جو ان کی اس کمزوری سے جو انقلاب کی وجہ سے ان کے اندر آگئی ہے۔ موقعہ پا کر انہیں ملیامیٹ اور انکی قطع برید کرنے کو آموجود ہوئی ہیں پھر کسی ایسے کامیاب انقلاب کے بعد جو انگریزوں کو خارج کرنے میں کامیاب ہو جائے یا انگریز خود بخود چلے جائیں۔ ان مہربانوں کی روک تھام کس طرح ہوگی۔ جو انقلاب کے برپا ہوتے ہی اپنے بحری بیڑے اور فوجیں ملک پر قبضہ کرنے کو کیل کانٹے سے تیار کرنے لگ جائینگے۔ جبکہ قدیمی قومی سلطنتیں ایران۔ چین مراکو کہ جن کی نسلی قومیت و مذہب بھی ایک ہے۔ ان باہر کے ناخواندہ مہمانوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتیں۔ تو چند دنوں کی قائم کی ہوئی ہندوستانی حکومت کس طرح ان سے عہدہ برآ ہوگی؟

پس انگریزوں کے چلے جانے کے بعد اول تو ملک کی مختلف اقوام پر جمہوری حکومت کا ڈھانچہ ٹھیک نہ اتریگا۔ اگر جمہوری حکومت قائم ہی ہو جائے۔ تو وہ بیرونی غاصب سلطنتوں کے مقابلے کے لائق نہ ہوگی۔ غرض "اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی" کے مصداق اس تیسرے سوال کا حل بھی

ہندوستانی آزاد حکومت کے قائم ہو جانے کی نفی کرتا ہے ۔

مجھے پوری امید ہے کہ ہندوستانی سلف گورنمنٹ کی تصویر کے اس ایک رخ پر کافی روشنی پڑ چکی ہے ۔ کہ ہندوستان میں کبھی ملکی خونی انقلاب کے ذریعے سلف گورنمنٹ قائم کرنا ناممکن ہے ۔ اور نہ اس طرح ہندوستان اپنے استحقاق سلف گورنمنٹ کو حاصل کر سکتا ہے ۔ بلکہ اس ڈگر پر پڑنے سے ہندوستان کو سوائے ذلت ۔ تباہی رسوائی اور ہمیشہ کی غلامی کے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچیگا جو شخص ہندوستان کا صحیح الدماغ فرزند کہلانے کا مستحق ہے ۔ وہ ان تمام واقعات کو مدنظر رکھکر ہندوستان کے مستقبل کو شاندار بنانے کی اپنی جدوجہد کو انقلابی تحریکوں کی اشاعت میں رائگان کرنا ہرگز پسند نہیں کرتا ۔ کیونکہ ملک کو اس سے بجائے نفع کے نقصان اٹھانا پڑیگا ۔

انقلابی تحریکوں کی اشاعت کرنے والے ملک کے نادان فرزند ہیں ۔ جو اسے تباہی و بربادی میں دھکیلنا چاہتے ہیں ۔ ایسے میرے ہندوستانی بھائی جو ہندوستان کو خونی انقلاب کے ذریعہ سلف گورنمنٹ کے درجہ پر پہنچانا چاہتے ہیں ۔ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں ۔ ہندوستان کسی بعید ترین زمانہ میں اس اصول پر سلف گورنمنٹ نہیں حاصل کر سکتا ۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اس خیال خام سے باز آئیں ۔ اور بم سازی و انقلابی تحریکوں کی اشاعت سے باز آکر اس راستے کو خیال کریں جو امن و امان کے ذریعے ہندوستان کو سلف گورنمنٹ کے درجہ پر پہنچانے کا کامیاب ذریعہ ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ سلطنت انگلشیہ کے زیر سایہ اس کے ترقی کرنے والے جمہوری اصول کی مدد سے ہندوستان کی تمدنی ترقی کو اعلیٰ پیمانہ پر پہنچا کے سلف گورنمنٹ کے درجہ پر پہنچایا جاوے ۔ یہ ہو سکتا ہے اور اس کا ہونا ممکن ہے ۔

ہندوستان سلطنت انگلشیہ کے زیر سایہ کسطرح سلف گورنمنٹ حاصل کر سکتا ہے

یہ ایک نہایت پیچیدہ اور اہم سوال ہے ۔ جو سرزمین ہندوستان میں مختلف

اقوام کے مختلف اغراض و مذہبی تعصب کے اندر محدود اور تنگدلی کی فطری خودغرضیوں کی گتھیوں میں الجھا ہوا ہے۔ اول تو اس وقت جو قوم ملک پر حکمران ہے۔ وہ اپنی ان فطری خودغرضیوں کی مجبوری کیوجہ سے جو انفرادی طور دنیا کے ہر ایک انسان کے دل و دماغ پر حاوی ہیں۔ اس کل جزو اعظم ہندوستان کی حکومت خود اختیاری کے قطعاً برخلاف ہے۔ خواہ وہ اسٹریلیا اور کنیڈا کی نوآبادیوں کے اصول پر برطانوی شہنشاہیت کے زیر سیادت ہی کیوں نہ قائم ہو۔ ان کی اس مخالفت پر جو لوگ ہندوستان میں بگڑے ہیں وہ ذرا اپنی حالت پر غور کریں۔ کیا ان کی لبرل فیاضی اس قسم کی اجازت انہیں دیگی۔ کہ وہ قومی ایثار کے علاوہ جو در اصل اپنی ذات و شخصیت کی بہبودی کیلئے کیا جاتا ہے۔ محض بنی نوع انسان کی ہمدردی کیخاطر کسی اپنی حاصل شدہ جائداد سے دست بردار ہو جائیں۔ اگر کروڑوں میں کوئی ایسا نکل آئے۔ تو اس کی مثال عام انسانی خودغرضی کے فطری خاصہ کی تردید کیلئے پیش نہیں کیجا سکتی۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ عام طور عالمگیر اصول پر انسانی فطرت کا خاصہ ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر اس وقت تک کیا رہا ہے۔ جس کی حقیقت کے نظارے میں صاف طور یہ نظر آ رہا ہے۔ کہ ہر ایک انسان اپنے ذاتی نفع کی ترقی و وسعت کی جدوجہد میں مبتلا ہے۔ خواہ وہ ہندوستانی ہے یا انگریز۔ تو پھر جب ہم ہندوستان کے باشندے فطرتاً اس مرض میں مبتلا ہیں کہ اپنے ذاتی اور ذاتی کو وسعت دیکر قومی فوائد کو غیر قوموں کے فوائد پر ترجیح دیں۔ اور ان کے فوائد غصب کر کے اپنی خودغرضانہ بلند نظری اور ذاتی آسائشوں کے استعمال میں لائیں۔ تو پھر جبکہ انگریز بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ اور انسانی فطرت کے قاعدہ کلیہ کے تابع ہیں اگر اپنے ان عظیم الشان قومی و ذاتی فوائد کو جو ہندوستان پر حکمرانی کرنے سے انہیں حاصل ہیں۔ ہمارے فوائد کیخاطر چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تو وہ قابل ملامت نہیں ہیں*

انگریزوں میں سے جو بعض مدبر پارلمنٹ میں یا ہندوستانی پلیٹ فارموں پر کھڑے ہو کر یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ ہندوستان پر محض ہندوستان کی

بہبودی کیلحاظ حکومت کر رہے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ محض غلط اور منافقت پر مبنی ہے
وہ انسانی فطرت کے ان جذبات کے کہ جنہیں چھپا کر محض دھوکے کی ٹٹی میں شکار
کھیلنا چاہتے ہیں سخت جواب دہ ہیں۔ اور ان کی ورائے انسانی فطرت کی تمام
آرزوؤں کا ایسا برعکس پہلو لئے ہوئے ہوتی ہے۔ جسے سنکر ان کی اس قابل رحم پالیسی
پر افسوس کرنا پڑتا ہے۔ دراصل اپنی قوم کے حقیقی جذبات کی ترجمانی جسطرح لارڈ کرزن
کی پالیسی نے ہندوستان میں کی ہے۔ یا لارڈ کرلیو نے پچھلے دنوں پارلیمنٹ ہوس میں
ایسے کھلے لفظوں میں دہرایا ہے۔ بالکل راستی اور صداقت کا پہلو لئے ہوئے ہے کیونکہ
سلطنت انگلشیہ کی دنیا میں موجودہ برتری کا باعث کہیں بڑی حد تک ہندوستان
بنا ہوا ہے۔ اگر ہندوستان سلطنت انگلشیہ سے علیحدہ ہوجائے۔ تو سلطنت ہائے انگلشیہ
کے تمام فوقیت کے ذرائع پچاس فیصدی کم ہوکر اسے دنیا کی کمزور سلطنتوں کے درجہ
پر لے آئینگے۔ اور اسپین و ہالینڈ کے قریب قریب انگلستان کی حالت ہوجائیگی +
دکھانے کو تو یہ دکھایا جارہا ہے۔ کہ انگلستان کی برتری کی ضامن اسکی زبردست
بحری طاقت ہے۔ جس کے اخراجات محض انگلستان کی امپیریل گورنمنٹ کے خزانے
کے سر پر ہیں۔ ہندوستان یا دیگر نوآبادیوں پر اس کا کوئی بوجھ نہیں۔ ہندوستان
محض اپنے اندرونی نظم ونسق کے اخراجات کا متحمل ہے۔ مگر اصولاً ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ
انگلستان کی آبادی کی جس ٹکس سے انگلستان کا شاہی خزانہ اربوں روپیہ اپنی بحری
وبری فوجوں کے روز افزوں اخراجات کے برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔
اس آبادی کے ذرائع آمدنی کس طرح ایسی دولتمندی کی بلندی پر پہنچے ہوئے ہیں
کہ اپنے معاشرتی ضروریات کو ایسی فارغ البالی سے جو کسی اور ملک کے باشندوں
کو حاصل نہیں ہیں۔ پورا کرنے کے بعد وہ اتنی بڑی بھاری ٹکس خزانے کو ادا کرتی ہے
کہ جس کا مقابلہ دنیا کی کسی دولتمند سے دولتمند ملک کی آبادی بھی نہیں کرسکتی۔ اگر
انگلستان کی آبادی کے وسائل آمدنی کو اسکے اپنے ملک کے اندر محدود کردیا جائے
تو ایسی مفلس و نادار آبادی دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ملیگی۔ کیونکہ انگلستان اصولاً

نہایت ہی مفلس ملک ہے۔ جو اپنی آبادی کے لئے محض ایک چوتھائی حصے کی خوراک بہم پہنچانے کے قابل ہے۔ اگر باقی دنیا سے اس کے وسائل منقطع ہو جائیں۔ تو اس کی باقی تین چوتھائی آبادی فاقہ کشی میں مبتلا ہوکر تڑپ تڑپ کر جان دیدیگی۔ اسکے اعلیٰ تمول اور خوشحالی کے ذرائع بیرونی دنیا کے ممالک میں ہیں۔ جہاں کی دولت کھچ کھچ کر انگلستان میں چلی جاتی ہے۔ جو سلطنت کی عظمت و برتری کے زیر تحت روز افزوں وسعت اختیار کر رہے ہیں۔ اور ان ذرائع کا جزو اعظم ہندوستان میں حکومت اور حکومت کے اثر کے ذریعے تجارتی آمدنوں پر موجود ہے +

ہندوستان سے بے انتہا دولت انگلستان کو ہر سال جاتی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہندوستان ایک ایسی طلائی ندی کی طرح ہے۔ جو انگلستان میں جا کر اسکی آبادی کو تمول و خوشحالی کے آبجیات سے سیراب کر رہی ہے۔ کیونکہ کروڑہا روپیہ تو ہر سال ہندوستان سے پنشنر انگریز افسروں و سپاہیوں کا جاتا ہے۔ انگریزی افسر جو یہاں تنخواہیں لے رہے ہیں۔ ان کے ذاتی اخراجات سے جو روپیہ بچتا ہے۔ وہ بھی کروڑوں کی تعداد میں انگلستان کو چلا جاتا ہے۔ چونکہ ہندوستان میں انگریز اپنے استعمال میں وہ اشیاء لاتے ہیں جو اُن کے اپنے ملک کی بنی ہوئی ہیں۔ اس واسطے اُن کے اخراجات کا روپیہ بھی اکثر انگلستان چلا جاتا ہے۔ اور محض قلیل تعداد میں خام چیزیں اناج وغیرہ کی قیمت ادا کرنے یا پرائیویٹ دیسی ملازموں کی تنخواہ دینے پر ہندوستان کو واپس دیا جاتا ہے۔

ملازمت کے صیغے کے علاوہ اربوں روپیہ انگریزوں کا ہندوستان میں ریلوے کمپنیوں اور تجارتی کوٹھیوں پر لگا ہوا ہے۔ جس سے کروڑہا روپیہ مستقل طور انگلستان کو جا رہا ہے علاوہ اِس کے انگلستان کی مصنوعات کی کھپت جسقدر ہندوستان میں ہوتی ہے وہ اور کسی ملک میں نہیں ہوتی۔ ان سے بھی کروڑوں روپیہ کی آمدنی انگلستان کی آبادی کو ہے۔ جسکا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ دو کروڑ روپیہ کی روئی جو انگلستان کو ہر سال جاتی ہے۔ وہ کپڑوں میں منتقل ہو کر ہندوستان میں آتی ہے۔ اور ہر سال نوے کروڑ روپیہ ہندوستان سے وصول کر کے انگلستان کو بھیجتی ہے +

غرض اسی طرح بیشمار دولت محض ہندوستان سے ہر سال انگلستان کو جاتی ہے۔ جس سے
انگلستان کی آبادی مالا مال ہو رہی ہے۔ اور انگلستان کا شاہی خزانہ بھرپور ہو رہا ہے
جس میں انگلستان کی بحری و بری فوجی طاقت کا ڈھانچہ تیار ہو کر سلطنت انگلشیہ کی برتری
و عظمت کا سکہ دنیا میں قائم کئے ہوئے ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ دنیا کے باقی
ممالک سے انگلستان کو ہندوستان سے کم دولت آتی ہے۔ بلکہ تجارتی اولوالعزمی
کے ذریعے کم و بیش باقی دنیا کے ممالک سے بھی دولت انگلستان میں کھنچی چلی آتی ہے مگر
انگلستان کی دولتمندی کا باعث کہیں بڑی حد تک ہندوستان ہی ہے۔ کہ جس کا اندازہ
پچاس فیصدی سے زیادہ کیا جا سکتا ہے۔

اب وہ اصحاب جو انگریزوں کو ہندوستان کی حکومت خود اختیاری کا حضور ملکہ معظم
آنجہانی کے اعلان کی صریح مخالفت کرتے ہوئے برخلاف پالے ہیں۔ اس امر پر غور کریں
کہ اگر انگلستان کے وہ تمام آمدنی کے ذرائع جو اس وقت ہندوستان میں موجود ہیں۔ بند
ہو جائیں تو پھر کیا انگلستان کی فارغ البالی اور اسکی سلطنت کو زوال آئیگا یا نہیں۔ اور ان
ذرائع کو اپنے ہاتھوں چھوڑ دینے سے انگریزی قوم خودکشی جیسے فعل کی مرتکب ہو گی۔
یا نہیں۔ پھر کس طرح وہ انسانی فطرت کے برخلاف محض غیر قوم کے فوائد کیخاطر اپنی خودکشی
پر تیار ہو جائے۔ اور ان زبانی باتوں پر کہ ہندوستان میں حکومت خود اختیاری کے
قائم ہو جانے پر سلطنت انگلشیہ کا فائدہ ہو۔ بغیر کسی صحیح دلیل و ثبوت کے کان دھرے
اور اس پر عمل کرے۔

ہندوستانی سلف گورنمنٹ کے مخالف انگریزوں کا یہ خیال ہے۔ کہ اگر ہندوستان میں
سلف گورنمنٹ قائم ہو گئی۔ تو پھر ان کے وہ ذرائع آمدنی کے جو ہندوستان میں موجود ہیں
بند ہو جائینگے۔ کیونکہ اول تو وہ کروڑوں روپیہ جو صیغہ ملازمت کے ذریعہ ہندوستان سے
انگلستان کو جاتا ہے۔ ملازمت میں ہندوستانیوں کے بھرتی ہو جانے سے بند ہو جائیگا۔
دوسرا ہندوستانی سلف گورنمنٹ اپنی ملکی مصنوعات کو فروغ دینے کی غرض سے انگلستان
وغیرہ ممالک کی مصنوعات پر ایسے گرانبار ٹکس لگا دیگی۔ جو ملکی مصنوعات کا مقابلہ ہرگز نہ

کرسکینگی۔ جن سے وُہ کروڑوں روپیہ جو اشیاء کے تبادلہ پر انگلستان جاتا ہے۔ وُہ بھی
بند ہو جائیگا۔ تیسرا اپنی ملکی تجارت کی سرپرستی اختیار کرکے اُس کو اس لائن پر
لے آئیگی۔ کہ غیر ملکی تجارتی کمپنیوں کی دال ان کے مقابلہ پر نہ گلیگی۔ جس سے انہیں ہندوستان
سے بوریا بستر باندھنا پڑیگا۔ اور تجارتی ذریعے سے جو کروڑہا روپیہ انگلستان کو جاتا
ہے۔ وہ بجائے انگلستان میں آنے کے ہندوستان میں رہ سکیگا۔ اور اسی طرح ریلوے
کمپنیوں کو رفتہ رفتہ اُن سے حقوق ملکیت خرید کرکے انہیں بیدخل کردیگی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ
ہوگا۔ کہ ہندوستان سے جو طلائی ندی نکل کر انگلستان میں جاری ہے۔ وُہ بالکل بند
ہو جائیگی۔ اور انگلستان کی تمدنی طاقتیں زوال پذیر ہو کر سلطنت انگلشیہ کی برتری کا
خاتمہ دنیا میں کردینگی۔ جس سے انگلستان کی بحری طاقت کمزور ہو کر اپنی نوآبادیوں اور
خاص اپنے وطن کی حفاظت سے بالکل معذور ہو جائیگی پھر خوف ہے۔ کہ انگلستان اپنے
رقیب جرمن و دیگر ترقی کرنے والی یورپی سلطنتوں سے شکست کھا کر نہ صرف اپنی
نوآبادیوں کو کھو بیٹھے۔ بلکہ کہیں خود بھی جرمن یا کسی اور سلطنت کے پنجۂ محکومیت
میں نہ گرفتار ہو جائے۔ کیونکہ مادہ پرستی کی ہوا و حرص میں مبتلا ہو جانے سے یورپ
و امریکہ کی کوئی سلطنت اس قسم کی پرواہ نہیں کریگی۔ کہ ہمارا ہموطن و ہمذہب انگلستان
کمزور ہو گیا ہے۔ اور اسکی نوآبادیوں یا اس کے ملک کو نہ چھیڑا جائے۔ کیونکہ مسیحیت
یا ہموطنی اور یکرنگی کا سوال دنیا سے اٹھ چکا ہے۔ موقعہ پاتے ہی ہر ایک زبردست سلطنت
سلطنت انگلشیہ کے حصے بخرے کرنے کو آموجود ہوگی ✤

ہندوستان کے ہر ایک ایسے باشندے کو جو حقیقی طور سلطنت انگلشیہ کے فرزند
کہلانے کا مستحق ہے۔ ان عظیم الشان احسانات کو مدنظر رکھکر جو اس نے ہندوستان
کے اوپر بذریعہ اعلیٰ تعلیم و تمدنی ترقی کے کئے ہیں۔ اور جہالت و وحشت کی عمیق غار
سے ہندوستان کو نکال کر حیوانیت سے انسانیت کا جامہ پہنایا ہے۔ اگر سلطنت
انگلشیہ کا مستقبل ایسا دکھائی دے۔ کہ جس کا خاکہ اوپر کھینچا گیا ہے۔ تو اس کے
احساس کو یقیناً سخت چوٹ لگیگی۔ چہ جائیکہ وُہ قوم جو سلطنت انگلشیہ کی مالک

ہے۔ اپنے ایسے مستقبل پر غور کرتے ہوئے اس بات کو پسند کرے۔ کہ وہ دنیا کی اعلیٰ ترین بلندی سے گر کر اس چاہ ذلت میں گرے۔ کہ جس کے احساس نے ہم ہندوستانیوں کو سخت بے چین کر رکھا ہے۔

ما انگریز ہندوستان کو آج سلف گورنمنٹ دیدیں۔ اگر سلطنت انگلشیہ کی عظمت و برتری کی ترقی میں روڑا اٹکانے کے بجائے اسکی مدد دینے کی پوری ضمانت انہیں حاصل ہو جائے۔ اور ان کی روز افزوں ملکی و قومی ترقی کی ہندوستانی سلف گورنمنٹ مددگار ثابت ہو۔

میں نے اس سوال میں پورے طور انگریزی قوم کے ان دلی جذبات کی پوری ترجمانی کر دی ہے۔ کہ جنہیں انگریز بقلم کھلا ظاہر نہیں کر سکتے اور مختلف طریقوں اور پالیسیوں کی سطح پر کھڑے ہو کر دوسرے لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں۔ جس سے بہی خواہان ملک و سلطنت کو ہندوستانی سلف گورنمنٹ کیلئے ملک کے اندرونی نقائص و قومی اختلاف کے رفع کرنے کے سوال پر غور کرنے سے پہلے اس مسئلہ کے حل کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ اگر یہ کسی وقت ایسے مستحسن طریقہ پر حل ہو جائے۔ کہ جس سے انگلستان کے ان ذرائع آمدنی کیلئے جو اس کے ہندوستان میں ہیں۔ بجائے تنزل کے ترقی پذیر ہونے کے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں۔ جو ہندوستانی سلف گورنمنٹ کے قائم ہو جانے کے ساتھ کسی اور ہیئت میں تبدیل ہو جائیں۔ تو یقیناً انگریزی قوم کو ان کی ہیئت تبدیل ہو جانے پر اعتراض نہ رہیگا۔ مثلاً ہندوستانی سلف گورنمنٹ کے قائم ہونے سے وہ آمدنی جو صیغہ ملازمت کے ذریعے ہندوستان سے انگریزوں کو ہو رہی ہے۔ جب اس کا وجود انگریزوں کے بجائے ہندوستانیوں کے بھرتی ہو جانے سے فنا ہو جائیگا۔ تو پھر اس کا ازالہ کسطرح ہو سکتا ہے۔ اور انگلستان کے مصنوعات کی بدستور موجودہ کھپت ملک میں ہو جانے اور تجارتی و ریلوے کمپنیوں کا موجودہ فروغ پر رہنے کی کسطرح صورت ہندوستانی سلف گورنمنٹ کے زمانے میں رہ سکتی ہے۔ جبکہ ہندوستانی حکومت لازمی طور اپنی ملکی

مصنوعات وتجارت کی سرپرستی اختیار کرکے ملک کو غیر ملکی مصنوعات وتجارت سے آزاد کرنے پر تل جائیگی۔

ہندوستانی سلف گورنمنٹ کی عمارت کی تعمیر ہونے کے آگے یہ ایک انسانی سبب روڑا اٹکا ہوا ہے۔ جس کا بظاہر دور کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ مگر میرے خیال میں اگر انگریزی قوم اور ہندوستانی اقوام ایک دوسرے کے فوائد کو ترقی دینے کے اصول پر ایمانداری وفاداری۔ اور بلند حوصلگی و وسعت خیالی سے سلطنت انگلشیہ کے سچے فرزند ہونے کی حیثیت سے باہم ملکر کام لیں۔ تو یہ مشکل جلدی حل ہو سکتی ہے۔ اور اس کے حل ہونے پر ہندوستان کی نہ صرف روز افزوں بے چینی کا مسئلہ داخل دفتر ہو جائیگا۔ بلکہ سلطنت انگلشیہ کی برتری وتفوق آج سے چہار چند ہو جائیگی۔ اور جتنا زر آجکل ہندوستان سے انگلستان کو جاتا ہے۔ باوجود ہندوستان میں آجکل کی موجودہ گورنمنٹ سے خوشحال ہندوستانی گورنمنٹ کے قائم ہو جانے کے اس سے دگنا جانے لگ جائیگا۔ جتنا کہہ دینے کو یہ دعویٰ آسان ہے۔ اتنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے۔ مگر جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ اس اصول پر تو فی الحقیقت آسان ہے۔ کیونکہ ہم جس ملک سے ایسی بڑی امید کے پورا ہونے کا یقین کئے ہوئے ہیں۔ وہ ملک اصولاً ہمارے نقطۂ خیال سے بہت ہی بڑھکر ایسا کرنے کی طاقت اپنے جسم کے اندر رکھتا ہے۔ بشرطیکہ اسے نہایت تندرست اور چاق وچوبند کرکے اس سے یہ مطالبہ کیا جائے۔

ہندوستان ملک نہیں ایک بر اعظم ہے۔ جو قریب قریب یورپ کے برابر ہے۔ قدرت نے اس کے اندر ایسی لاانتہا مخفی طاقتیں رکھی ہیں۔ جو غالباً دنیا کے بہت کم ملکوں کو نصیب ہونگی۔ اگر اس کی تمام طاقتوں کو اعلیٰ درجہ کی تمدنی ترقیوں کی لائن پر لایا جائے۔ تو آج بیسیوں گنا حد تک اسکی ہر ایک آمدنی کے ذرائع میں ترقی ہو سکتی ہے۔ جو نہ صرف اپنے ملک کے باشندوں کو مالا مال کرنے کو کافی ہونگے۔ بلکہ سلطنت انگلشیہ کو موجودہ سالانہ خراج سے دگنا ادا کرنے کے لائق ہو جائیگا +

اس وقت میں ہندوستان کے ایک بڑا ذرائع آمدنی زراعت کو لیتا ہوں جسکے

رو سے ہندوستان ایک زراعتی براعظم کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ جو اب بھی باوجود اپنے بتیس کروڑ آدمیوں کے سامان خورش و پوشش مہیا کرنے کے بعد بہت سے ممالک کے کروڑوں آدمیوں کے لئے روٹی اور کپڑا مہیا کرتا ہے۔ اگر اس کے تمام موجودہ زراعتی اور دامن ویران و بنجر رقبہ کو جو نا طاقتی کی وجہ سے ہزارہا مربع میل کی وضع میں بیکار پڑا ہے۔ امریکہ اور یورپ کے ترقی یافتہ ممالک کے اصول زراعت کی بنا پر کاشت کیا جائے۔ تو موجودہ پیداوار سے دس گنا بلکہ اس سے زیادہ پیداوار اس سے حاصل کیجا سکتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلیگا۔ کہ گورنمنٹ کے زراعتی محاصل کی آمدنی دس گنا بڑھ جائیگی۔ اور وہ آمدنی جو اسے تجارتی درآمد و برآمد کی ٹکس اور ریلوے کے کرایہ سے ہوتی ہے۔ وہ بھی بہت ترقی کر جائیگی۔ کیونکہ غیر ملکوں کو نکل جانے والی اجناس کی مقدار آج سے پانچ گنا زیادہ بڑھ جائیگی۔ اس کے ساتھ انگلستان بھی سوائے ہندوستان کے اور کسی ملک سے غلہ و دیگر خام اجناس نہ منگائے۔ اس سے وہ بھی فائدہ میں رہیگا۔

میرے خیال میں ہندوستانی زراعت کو اعلیٰ پیمانے پر سائنس کے جدید اختراعات کی مدد سے پہنچا دیا جائے۔ تو پھر ہندوستان کی کایا ایسی پلٹ سکتی ہے۔ جو ہندوستان و انگلستان دونوں کو مالا مال کر دیگی۔ اور دونوں کی باہمی تمدنی رقابت۔ حسد و غصہ سے مبدل بہ الفت و یگانگت ہو جائیگی۔

اس کے بعد صنعت و حرفت کا نمبر ہے۔ صرف یہ نہیں۔ کہ انگلستان ہی صرف اس ملک میں اپنی مصنوعات کو کھپاتا ہے۔ بلکہ اس سے بہت ہی زیادہ اور ممالک جاپان۔ جرمن۔ امریکہ روس چین وغیرہ کی مصنوعات یہاں کھپتی ہیں۔ اگر ان مصنوعات کو یہاں چھوڑ کر جو انگلستان کی ہیں۔ باقی غیر ممالک کی مصنوعات کے مقابلے میں ہندوستانی مصنوعات کو بڑے بڑے کارخانے قائم کر کے فروغ دیا جائے۔ اور وہ کروڑوں روپیہ جو ان ممالک میں ہندوستان کا جاتا ہے۔ ہندوستان میں رہ جائے۔ تو ملک کی دولتمندی اور گورنمنٹ کی

ٹیکسوں کی آمدنی میں بڑی اہم ترقی ہوگی۔ ہندوستان کا تعلق سلطنت انگلشیہ سے ہے اور سلطنت انگلشیہ کے عظیم احسانات کیوجہ سے اس کے مرکز انگلستان کی ہر قسم کی منفعت اسے ملحوظ خاطر ہے۔ لیکن باقی دنیا کے غیر ممالک کا کیا حق ہے۔ جو غریب ہندوستان کا نہ جان نہ پہچان مفت کا مہمان کے اصول پر کروڑوں روپیہ مفت لے جائیں۔

تیسرا ذریعہ آمدنی کا تجارت ہے۔ اس کی حالت بھی ہندوستان میں نہایت ہی ابتر ہے۔ اور انگلستان کی تجارتی کمپنیوں کے علاوہ غیر ملک کی تجارتی کمپنیاں اور تاجر کروڑوں روپیہ ہندوستان سے نکال لے جاتے ہیں۔ جو ہندوستانیوں کی تجارتی لائن پر ترقی کرنے سے وہ روپیہ جو انگلستان کے علاوہ تجارتی ذریعہ سے غیر ممالک کے لوگ نکال لے جاتے ہیں۔ وہ ہندوستان میں رہ جانے سے ملک اور گورنمنٹ کی مالی طاقت بڑھانے میں بہت مدد دیگا۔

میرے خیال میں ہندوستان کے اگر ان ہر سہ ذرائع آمدنی کو ترقی دیکر باقی دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے برابر پہنچا دیا جائے۔ تو ہندوستان کی موجودہ آمدنی اگر دس ارب روپیہ ہے۔ تو پھر وہ سو ارب بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقی کر سکتی ہے۔ اس کے بعد اس بات کے تخمینہ لگا لینے سے کہ ہندوستان سے ہر سال کتنا روپیہ انگلستان کو جاتا ہے۔ تو اتنا روپیہ امپیریل گورنمنٹ ہندوستان پر بطور سالانہ خراج کے مقرر کر کے ہندوستان کو سلف گورنمنٹ عطا کر سکتی ہے۔ مثلاً اس وقت ہندوستان سے اسی کروڑ روپیہ سالانہ انگلستان کو جاتا ہے۔ تو اس حالت میں جبکہ ہندوستان کی زراعتی۔ صنعتی و حرفتی اور تجارتی ترقی کمال عروج پر ہو۔ اتنا روپیہ بعد وضع اس روپیہ کے جو تجارتی و ریلوے کمپنیوں کی آمدنی کے انگلستان کو ہر سال پہنچتا رہے۔ ہندوستان کو اس کے دینے پر کچھ بار محسوس نہ ہوگا۔ اگر اس سے کچھ زیادہ بھی اس وقت امپیریل گورنمنٹ طلب کرے۔ تو اس حالت میں موجودہ حالت سے ڈیوڑھا بھی دینے کو ہندوستان تیار ہو جائیگا۔ جبکہ ہندوستان کی بحری حفاظت امپیریل گورنمنٹ کے ذمے ہوگی۔ اور جداگانہ

بحری بیڑا رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ تو ہندوستان یہ تصور کر سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے سواحل کی حفاظت اور ملک کو سمندر کے راستے سے آنے والے غنیم کی روک ٹوک کے بالعوض یہ روپیہ امپریل گورنمنٹ کو دے رہا ہے۔ جبکہ بحالت خود مختاری ایسا بحری بیڑا رکھنا ضروری ہے۔ جو کم از کم جاپان کے بحری بیڑے کے برابر تو ضرور ہو ورنہ ہندوستان کے شایان شان تو اس سے دگنا ہونا چاہئے۔ میرے خیال میں جاپان کے بحری بیڑے کے اخراجات سے بھی کم وہ سالانہ اخراج ہندوستان کو اپنے تاج کی نذر کرنا پڑیگا خاصکر ایسی حالت میں جبکہ اسکی زراعتی وصنعتی اور تجارتی ترقی کے عروج کے زمانے میں تین چار موجودہ جاپان بھی آمدنی کے لحاظ سے اس کا مقابلہ نہ کر سکینگے ◆

اب اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر ہندوستان میں سلف گورنمنٹ کس قسم کی قائم ہو۔ جو اندرونی طور خود مختار ہو۔ مگر اس کا تعلق ایسے مضبوط نظام نظام کے ذریعے سلطنت انگلشیہ کے جسم سے وابستہ ہو۔ کہ اس کی شرارت کے خطرے سے سلطنت محفوظ ہو۔ اور ساتھ اس کے وہ اس کا جزو لاینفک بنکر دنیا میں اسکی برتری وفوقیت کی ترقی میں مدد دے۔ میرے خیال میں ہندوستان کا بحری صیغہ تو قطعاً امپریل گورنمنٹ کے ہاتھ میں رہے۔ جیسا کہ اب ہے۔ اور جس سے گورنمنٹ ہند کا کوئی تعلق نہیں۔ اور خارجیہ معاملات کی باگ بھی امپریل گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہو بہتر تو یہ ہے۔ کہ ایک شاہی خاندان کے آدمی کو ہندوستان کا مستقل وائسرائے مقرر کر دیا جائے۔ ورنہ اور نو آبادیوں کیطرح ہندوستان میں بھی انگلستان سے وائسرائے مقرر ہو کر آئے۔ جو ہندوستان بہ امداد ہندوستانی وزارت اور پارلیمینٹ کے حکومت کرے۔ امپریل حقوق کی حفاظت کیواسطے موجودہ گورہ فوج بھی ہندوستان میں رہ جائے۔ اور ہندوستانی فوج کا کمانڈر انچیف بھی انگریز ہو۔ ہندوستان کے صوبجات کو بھی اندرونی طور کسی حد تک آزادی ہو۔ کہ جن کے گورنر بھی انگلستان سے مقرر ہو کر آئیں جو ہندوستانی

کونسل کے مشورہ سے صوبجات پر زیر تحت ہندوستانی پارلیمنٹ حکومت کریں۔ انگلستان اور اسکی نوآبادیوں کے باشندوں کے متعلق کسی قسم کے قانون بنانے میں ہندوستانی پارلیمنٹ کو تاج اور برٹش پارلیمنٹ کی منظوری ضروری ہو۔ اور باقی ممالک کے متعلق منظوری کی قید نہ ہو۔ ہاں اگر کسی قانون سے امپریل فوائد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔ تو برٹش پارلیمنٹ اور تاج اسے منسوخ کر دینے کا اختیار رکھتے ہوں اور اسی طرح ہندوستانی پارلیمنٹ کے کسی نئے قانون کے متعلق ہندوستان کی کسی قوم یا فرقہ کو اعتراض ہو۔ کہ جن کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہو۔ اسے برٹش پارلیمنٹ میں اپیل کرنے کا اختیار ہو۔ جس کا فیصلہ بمنظوری تاج ہندوستان کے لئے ناطق تصور کیا جائے۔

میرے خیال میں ہندوستان کو تمدنی ترقی کی ان لائنوں پر پہنچا دینے کے بعد اسی قسم کی حکومت خود اختیاری حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کا ہونا بھی ممکن ہے۔ اور جس پر سلطنت انگلشیہ کے تمام امپریل حقوق اور فوائد محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس سے ہندوستان کی جائز تمنائیں بھی پوری ہو سکتی ہیں۔ اور انگریزی قوم کے اعتراض بھی عملاً رفع ہو سکتے ہیں۔ اور ہندوستان کی مختلف اقوام کی بھی تسلی ہو سکتی ہے۔ جبکہ پارلیمنٹ کی چند نشستیں ایسی چھوٹی چھوٹی اقوام کیلئے مخصوص بھی کر دی جائیں۔

شاید یہاں بعض میرے ہندوستانی بھائی اعتراض کریں کہ ہندوستان اتنے بڑے اخراجات کا بوجھ نہ اٹھا سکیگا۔ کہ اتنا بڑا سالانہ خراج بھی سلطنت انگلشیہ کو ادا کرے۔ اور اپنی حالت کو بھی اعلےٰ پیمانے پر سنبھال لے۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اب بھی تو وہ روپیہ انگلستان کو جا رہا ہے۔ دوسرا ایسی حالت میں جبکہ ہندوستان کا درجہ تمدنی پہلو سے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے برابر ہو جائے۔ تو ہندوستان کا اس وقت جرمن۔ آسٹریا و جاپان سے مقابلہ کیا جائے۔ تو ان ہر سہ ممالک کے برابر اسکی آمدنی ہوگی۔ کیونکہ ہر سہ ممالک سے بلحاظ رقبہ و آبادی کو ہندوستان

دوگنا ہے۔ اور اعلیٰ تمدنی ترقی کے معیار پر کہ جہاں یہ تینوں ملک پہنچے ہوئے ہیں ہندوستان کو لانے سے تو ان میں سے ہر سہ ممالک کی آمدنی سے اسکی آمدنی بھی دوگنی ہونی چاہئے۔ اگر ہندوستان کو اس معیار پر لے جانے کو مدت دراز کا اعتراض کیا جائے۔ تو ان کے بالمقابل نصف درجہ پر اسکی تمدنی ترقی کا ہونا تو نہایت آسان اور چند سالوں کا کام ہے۔ اگر اس درجہ سے بھی ہندوستان کو کم کر کے ان ممالک کے چوتھے پانچویں درجے میں رکھا جائے۔ تو بھی آمدنی کے لحاظ سے ان میں سے ایک ملک کے برابر ہو جانے کا معیا تو ایسا مستند ہے۔ جس سے کسی شخص کو ہندوستان کی باوجود اس گئی گذری حالت کے بھی انکار نہ ہو سکیگا۔ جس کے پہنچ جانے پر اسے بہت کم عرصہ انتظار کرنی پڑیگی۔ تو پھر جرمن یا جاپان کی سلطنتیں جو کچھ اپنی بحری و بری فوج پر خرچ کرتی ہیں۔ اگر اسی تخمینے پر ہندوستان کے بحری فوجی اخراجات کا روپیہ اس سے ہر سال لے لیا جائے۔ تو ہندوستان کو گرانبار نہ گذریگا۔ تو پھر بری فوج کے اخراجات میں تو ہندوستان بحیثیت سلطنت انگلشیہ کی نوآبادی ہونے کے ان سے بہت کم اخراجات کا ذمہ وار ہو سکتا ہے اور ان سے بہت کم اس صیغے میں اسے روپیہ خرچ کرنا پڑیگا۔ اور اس اصول پر ہندوستان کی آبادی پر ان ممالک کے مقابلہ میں ٹکس بھی کم عائد ہو سکتا ہے۔ تو پھر ان کے برابر کے صیغۂ بحر کے اخراجات کا روپیہ جو بوجہ ایک عظیم الشان بحری ملک ہونے کے اس پر اپنے سواحل کی حفاظت کا عائد ہوتا ہے۔ اگر وہی روپیہ اس بحری حفاظت کے معاوضہ میں کہ جس کی ذمہ وار امپیریل گورنمنٹ ہوگی۔ جاپان اور جرمن کے بحری اخراجات کے تخمینے پر انگلستان کو ہر سال ہندوستان بطور خراج ادا کرے۔ تو اس اصول پر ہندوستان پر کسی قسم کا ناجائز بوجھ عائد نہیں ہو سکتا۔ اور وہ بوجھ اسے بحیثیت قطعاً خود مختاری کے اس تخمینے سے زیادہ اٹھانا پڑ جائیگا۔ اور اس طرح پر تو جاپان یا جرمن کے صیغۂ بحر کے اخراجات سے بہت کم روپیہ ہندوستان کے سر پر عائد ہوگا۔ جبکہ انگلستان کی ہندوستان

ـــہ موجودہ آمدنی کا لحاظ رکھکر ہندوستان کو سالانہ خراج دینا پڑے جس سے یقیناً ہندوستان ان ممالک سے بجری اخراجات کے اصول پر فائدے میں رہیگا +

دوسرا اس وقت انگریزی عہدہ داروں کے بالمقابل ہندوستانی گورنمنٹ کو ہندوستانی عہدہ داروں کی تنخواہوں پر بہت کم خرچ کرنا پڑیگا۔ جس سے کروڑوں روپیہ کی بچت ہر سال ہندوستانی گورنمنٹ کو ہو جائیگی۔ دیسی فوج جو اس وقت دو لاکھ کے قریب ہے۔ اس وقت ایک لاکھ کیجا سکتی ہے۔ کیونکہ بحیثیت تنخواہ دار کے ستر ہزار گورہ فوج کے ساتھ ملا کر ایک لاکھ ستر ہزار باقاعدہ فوج ہندوستان کے لیئے کافی ہے۔ جبکہ لاکھوں ہندوستانی بطور والنٹیرز ہندوستان کی حفاظت کیواسطے ہندوستانی گورنمنٹ کو مفت مل جائینگے۔ کہ جن کی تعداد اس ایک لاکھ تنخواہ دار فوج کے مقابلے میں دس گنا زیادہ ہوگی۔ اور سلطنت انگلشیہ کے تمام مقبوضات انگلستان اور اس کی نو آبادیوں کے فوجی طاقت بھی بدستور موجودہ اس کی پشت پر موجود ہوگی۔ تو ایک لاکھ تنخواہ دار سپاہ کی تخفیف کے باوجود ہندوستان کی فوجی طاقت آج سے دس گنا زیادہ زبردست ہوگی۔ تو پھر اس کی تخفیف سے بھی کروڑوں روپیہ ہندوستانی گورنمنٹ کو بچت میں آجائیگا۔ کہ جس سے باوجود صیغۂ بجر کے اخراجات کے اصول پر ایک مقررہ خراج سلطنت انگلشیہ کو ادا کرنے کے بعد بھی ہندوستانی گورنمنٹ باقی دنیا کی دولتمند سے دولتمند گورنمنٹوں کا پہلو اپنی دولتمندی کے لحاظ سے دبانے کی ایسی صورت میں بھی قابل ہو سکتی ہے۔ کہ ہندوستان کی آبادی پر ان ممالک کے مقابلہ پر ٹکس بھی ہلکا ہو +

دوسرا یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ کہ نو آبادیوں کے اصول پر ہندوستانی وائسرائے تو انگلستان سے مقرر ہو کر آیا۔ مگر صوبجات کے گورنر کیوں انگلستان سے آئیں۔ موجودہ ستر ہزار گورہ فوج کیوں ہندوستان میں رہے۔ افواج کا کمانڈر انچیف کیوں انگریز ہو۔ ہندوستانی اقوام یا فرقہ کے پانچ لاکھ سے

زیادہ آدمیوں کو کیوں ہندوستانی پارلیمنٹ کے برخلاف برٹش پارلیمنٹ میں اپیل کرنے کا حق حاصل ہے۔ جبکہ انگلستان کی باقی نوآبادیوں میں اس قسم کی قیدیں نہیں ہیں۔

ایسے اعتراض کرنے والے اصحاب کی خدمت میں ان کے جواب دینے کے اصول پر یہ گذارش کیجاتی ہے۔ کہ وہ انگلستان کی نوآبادیوں کی آبادی اور ہندوستان کی آبادی پر غور کریں۔ کہ جنہیں رنگت۔ نسل۔ مذہب کی تفریق نسبت کچھ ایک دوسرے سے علیحدہ کئے ہوئے ہے۔ نوآبادیوں کی آبادی کی قومیت اور مذہب نسلی و مذہبی لائنوں پر انگلستان کی آبادی کے ساتھ ایک زبردست اور نہ ٹوٹنے والا رشتہ رکھتا ہے۔ یا اس کے دوسرے معنے یہ کئے جا سکتے ہیں۔ کہ نوآبادیوں کی آبادیں وہی انگریز آباد ہیں۔ جو انگلستان میں ہیں۔ جن کی قومیت و زبان۔ مذہب۔ رنگت ایک ہی ہے۔ اس لحاظ سے انگلستان ان پر پورا اعتماد رکھنے کی پوری وجہ رکھتا ہے۔ جس کے لئے وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہے۔ اور یہ اس کے اختیار سے باہر ہے۔ کہ وہ ایسا نہ کرے۔ مگر برخلاف اس کے ہندوستان کی آبادی انگلستان کی آبادی سے رنگت۔ مذہب۔ زبان۔ قومیت کے رو سے بعد المشرقین کی دوری رکھتی ہے۔ اور وہ نہ کبھی انگریز بن سکتی ہے۔ نہ اس کی رنگت گوری ہو سکتی ہے نہ اس کے سالم کے سالم عیسائی بن جانے کی امید کیجا سکتی ہے۔ پس اس لحاظ سے اگر انگریزی قوم ہندوستان کی آبادی پر وہ زبردست اعتماد نہیں کر سکتی۔ جو سلطنت کی دیگر نوآبادیوں کی آبادی پر اسے ہے تو قوانین قدرت کی بنائی ہوئی اٹل انسانی فطرت کے رو سے وہ اپنے اس اعتماد میں حق بجانب ہے۔ ڈاروِن کہتا ہے۔ کہ بندر انسان بن گیا۔ مگر ایسی تھیوری کبھی قوانین قدرت نے دنیا کے سامنے پیش نہیں کی کہ جاپانی جرمن بن گئے۔ یا جرمن ترک ہو گئے۔ اس لئے ہندوستانی بھی کبھی انگریز نہیں بن سکتے۔ اور نہ انگریز انکے ہندوستانی ہونے کے ساتھ اپنی سلطنت کے متعلق ان پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ اسی اصول پر لارڈ کریو نے پارلیمنٹ میں تقریر کی تھی۔ جس سے لارڈ کریو پر سارے ہندوستان نے غیظ و غضب کی آگ برسائی۔ مگر

اس نے جو کچھ کہا۔ ایمانداری سے کہا۔ بلکہ اس کا اصولاً ہندوستان پر احسان ہے۔ کہ اس نے انگریزی قوم کے فطری جذبات کو اس کے سامنے پورے طور پر کھول کر رکھدیا۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ سلطنت کی مدبرانہ پالیسی کے شایان شایان اسے ایسا کہنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ مگر سچ پوچھا جائے۔ تو لارڈ ممدوح نے ہندوستان کے مستقبل کو شاندار بنانے والی ہندوستانی جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ ہندوستانی سلف گورنمنٹ کے ڈھانچے کو تیار کرنے سے پہلے اس مسئلہ کو حل کرنے کی جدوجہد کریں ؛

پس ایک ہندوستانی حکومت خود اختیاری کو انگریزی قوم کا سیاسی حدہ اس وقت لینے کو قبول کریگا۔ جبکہ اس کی اس سالانہ آمدنی کی کوئی مستقل ضمانت اسے مل جائے۔ جو اسے ہندوستان سے ہو رہی ہے۔ اور امپیریل حقوق ایسے زبردست بنیادوں پر ہندوستان میں ہوں۔ جو ہندوستان کو برطانوی شہنشاہی سیادت کے تابع رکھنے کے لئے کافی ہوں۔ کیونکہ وہ انہیں محض ہندوستانیوں کے اعتماد پر چھوڑ دینے کی صریح غلطی قیامت تک نہیں کر سکینگے۔ اس لئے وہ ایک ایسی سلف گورنمنٹ ہندوستان کو دینے پر رضامند کئے جا سکتے ہیں جس کا اوپر خاکہ کھینچا گیا ہے۔ جس سے گورہ فوج کی موجودگی اور وائسرائے کے علاوہ صوبجات کی زمام حکومت ان کے ہاتھ میں دینے اور ہندوستانی افواج کا کمانڈر انچیف انگریز مقرر ہونے کے ساتھ ہندوستانی گورنمنٹ کے اقتدار کی حقیقی باگیں سلطنت انگلشیہ کے ہاتھ میں رہنگی۔ اور وہ ایسا مضبوط ذریعہ ہندوستان میں شہنشاہی سیادت کے برقرار رکھنے کا ہے۔ جس سے انگریزی قوم کو کسی قسم کا اندیشہ ہندوستان سے نہ رہیگا۔ اور ہندوستانی پارلیمنٹ کسی قانون کے برخلاف پانچ لاکھ سے زیادہ ہندوستانیوں کو اپیل کا حق برٹش پارلیمنٹ میں ہونا ضروری ہے کیونکہ اس سے براہ راست برٹش پارلیمنٹ و تاج کو ہندوستانی گورنمنٹ پر بحیثیت اعلےٰ عدالت اپیل کے زبردست نگرانی کا حق

رہیگا جس سے اُسے کسی ایسے قانون کے منسوخ کر دینے سے جو ہندوستانی پارلیمنٹ کسی چھوٹی قوم یا فرقہ کے مذہبی روایات یا اعتقادات کے برخلاف پاس کر دے منسوخ کر دینے سے تاج کی موجودہ مذہبی آزادی اور چھوٹی و کمزور قوموں کی حفاظت کی سیاست ہندوستان میں اس وقت بباعث محفوظ حالت میں رہیگی۔ جس میں ہندوستان کا بھی فائدہ ہے۔ کیونکہ اس وقت مختلف اقوام کی زبردست میجارٹیاں کسی کمزور و کم تعداد قوم کے کسی ایسے مذہبی و قومی حقوق کو جو اسے اس وقت ہندوستان میں کمال درجے کی آزادی کی لائنوں پر حاصل ہیں۔ چھیننے کی جرأت کسی قانون کے پاس کرا دینے سے نہ کرینگی۔ جب کہ ایسے سوالات کا ہندوستان میں پیدا ہونا ہندوستان کی موت کی دلیل ہے۔ اور خصوصًا اس زمانے میں جبکہ ہندوستان کو حکومت خود اختیاری حاصل ہو۔ ایسے سوال ہندوستان کے اندر خانہ جنگی کا یقینی اندیشہ پیدا کرینگے۔ جس سے امپیریل گورنمنٹ پھر ہندوستان سے حکومت خود اختیاری چھین لینے پر مجبور ہوگی۔ اس لئے ہندوستانی سلف گورنمنٹ کا جو خاکہ اوپر کھینچا گیا ہے۔ وہ ہندوستان کے لئے بھی موزوں اور انگریزی قوم کیلئے بھی اطمینان بخش اور اعتماد کے قابل ہے۔ جس کو ایمانداری۔ علو ہمتی۔ وفاداری با خلاص۔ یگانگت بے تعصبی کے ساتھ چلانے سے ہندوستانی پورے طور اپنے اوپر اب حکومت کرنے کا حق رکھیں گے۔ اور اس کے ذریعے تمام اپنی ملکی ترقیوں کی خواہش پوری کر سکینگے۔ جس سے انگریزی قوم کی بھی حقیقی ہمدردی ہندوستان کے ساتھ پیدا ہو جائیگی۔ اور اس وقت کے گورنروں کو بجائے پالیسیاں برتنے کے اپنے ہندوستان کے اصول پر کام کرنا ہوگا۔ کیونکہ پالیسیوں کی انہیں ضرورت ہی نہ رہیگی۔ اور سلطنت انگلشیہ کو بھی بہت سی امیدیں آج سے زیادہ اپنی برتری و عظمت کی ترقی کی اس وقت کے ہندوستان سے ہونگی۔ جس سے لازمی بطور انگریزوں کے دوش بدوش دنیا میں ہندوستانی کام کرتے نظر آئینگے۔ اور موجودہ تعصب۔ بغض۔ عناد۔ نفرت۔ غصہ ایک

مقررہ حد کے قائم ہو جانے سے فوراً رخصت ہو جائیگا۔ اس لئے اس کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوستان میں سلطنت انگلشیہ کے مستقل قیام کا مسئلہ اسی طرح حل ہو سکتا ہے۔ اور آئے دن کی بے چینیوں و شورو شر اور انقلابی تحریکوں کے شگوفوں سے جو نہ صرف ہندوستان کو ہلچل میں ڈالے ہوئے ہیں۔ بلکہ انگریزی قوم میں بھی غصہ و نفرت۔ خوف اور بے اعتدالیوں کی لہریں پیدا کر کے انہیں بھی حقیقی راحت و آرام سے محروم کئے ہوئے ہیں۔ ان سب سے حاکم و محکوم دونوں کو نجات مل جائیگی۔ کیونکہ اس سے انگریزی و ہندوستانی اقوام کی فطری خود غرضیوں کی باہمی مصالحت ہو جائیگی۔ جس سے وہ متحد ہو کر ہر دو اقوام کے دلی اتحاد کا باعث بن جائینگی۔ ہندوستان سلطنت انگلشیہ کے اندر جذب ہو کر اس کا جزو لاینفک بن جائیگا۔ اور سلطنت انگلشیہ کے محور کے گرد ہندوستانی اقوام کو گھومنے کی مجبوری ملک کو باہمی خانہ جنگی سے ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھنے پر قادر رہیگی۔

میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کو ایسے درجے پر پہنچانے کیلئے انگریز اور ہندوستانی باہم متحد ہو جائیں۔ اور پھر متحدہ جدو جہد سے ہندوستان کو اس لائق بنا دیں۔ کہ جس کا خاکہ اوپر کھینچا گیا ہے۔ اسکی صورت اس طرح ہو سکتی ہے کہ پہلے ہندوستانی اقوام اندرونی جزوی و عارضی اختلاف کو چھوڑ کر ایک ہندوستانی قومیت کی لائن پر آ جائیں۔ اور باقی تمام انقلابی تحریکوں و باہمی لڑائیوں کو دفن کر کے ملک کی تمدنی ترقی پر لگ جائیں۔ جن کے ساتھ انگریزی سلطنت اور انگریزی قوم بھی اپنی تمام اخلاقی و مادی طاقتوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔ ہندوستان کے زراعتی ذرائع کو ترقی یافتہ ممالک کے درجہ پر پہنچانے کے لئے جا بجا ملک میں زراعتی کمپنیاں قائم کر دی جائیں۔ جنمیں ہندوستانیوں کے علاوہ انگریز بھی دل کھول کر روپیہ لگا دیں۔ زراعتکاروں کو طاقتور بنانے کی غرض سے ان کے جسم سے ان تمام عوارض کو دور کر دیا جائے۔ جو مختلف وضع میں اسے گرفتار کئے ہوئے ملک

کی زراعتی ترقی میں روڑا اٹکائے ہوئے ہیں ۔ بیشمار زراعتی بنکیں ان زراعتی کمپنیوں کی ماتحتی میں ملک میں قائم کیجائیں ۔ جو محض قلیل منافع پر زراعتکاروں کی مفلسی کے علاج کا باعث ہوں ۔ اور انہیں زراعت کی ترقی کرنے کے وسائل پورے طور مہیا کرنے کے قابل ہوں ۔ یورپ و امریکہ کے اصول زراعتکاری پر زراعت کو ترقی دینے کے لئے انہیں جدید آلات کشاورزی وغیرہ بہم پہنچادئے جائیں ۔ کھادوں کے مہیا کرنے میں انہیں پوری مدد دی جائے ۔ جس سے اراضی کی طاقت بجائے ناقص اجناس کے اعلےٰ اجناس گندم ۔ کپاس ۔ کماند ۔ نیل وغیرہ کی بکثرت پیدا کرنے کے قابل ہوجائے ۔ امریکن کاشتکار جس قدر رقبہ سے ایک سو من جنس ایک سال میں حاصل کرتا ہے ۔ اس کے بالمقابل اتنے رقبے سے پانچ من جنس ہندوستانی کاشتکار پیدا کرتا ہے امریکن کاشتکاری کے تمام وسائل ہندوستانی کاشتکاروں کو بہم پہنچادئے جائیں فصلوں کے ناقص اور کیڑوں کے خراب کردینے کا تدارک بھی امریکن کاشتکاری کے اصولوں پر کیا جاوے ۔

گورنمنٹ اپنی طاقت بجائے ریلوں کو وسعت دینے کے جدید نہروں کے اجراء پر صرف کرنی شروع کردے ۔ برقی آبشاروں کا عظیم الشان سلسلہ تمام ملک میں پھیلایا جاوے ۔ اور تمام بنجر و ناقابل کاشت اور ویران رقبوں کو ان سے آباد کیا جاوے جس کے لئے گورنمنٹ زراعتی کمپنیوں کے سرمایہ کو بھی لگانے سے دریغ نہ کرے ۔ یہانتک کہ ملک کے تمام بارانی علاقے بھی مستقل وسائل آبپاشی کی تحت میں آجائیں ۔ اور اس کام کو گورنمنٹ اور انگریزی و ہندوستانی اقوام مل کر بڑے بھاری سرمایوں کی مدد سے ایسے اعلےٰ پیمانے پر شروع کردیں ۔ کہ ملک کی چپہ بھر زمین بھی ویران نہ رہ جائے ۔ اور آبادی کے ساتھ تمام کی تمام اعلےٰ جنسوں کے پیدا کرنے کے قابل ہوجائے ۔ جس سے ہندوستان زراعتی پہلو سے دنیا کے باقی ترقی یافتہ ممالک کے درجہ پر آجائیگا ۔

اس کے بعد صنعت و حرفت کا نمبر ہے کہ جسکا بہت کچھ انحصار ترقی زراعتی

ترقی کی لائنوں پر موقوف ہے۔ کیونکہ جب ہندوستان میں زراعتی ترقی کیوجہ سے جنس خام ارزاں ہو جائینگی۔ تو پھر ملکی کارخانجات شکر وغیرہ کیلئے کامیابی کا راستہ بالکل صاف ہو جائیگا۔ اور غیر ملکی اشیاء ان کا ارزانی کے لحاظ سے مقابلہ نہ کر سکینگی۔ جو محصول و کرایہ کی گرانباری کیوجہ سے بمقابلہ ملکی اشیاء کے جو ساخت کے لحاظ سے ان سے کم نہ ہوں۔ یہاں بہت گراں ہو جائیگی۔ اس کے لئے یہ ہونا چاہیئے۔ کہ تمام ملک میں بڑے بڑے کارخانے قائم ہوں۔ جن میں ہندوستانی انجنیئر اور مہاجن اپنا روپیہ لگادیں۔ اور وہ کارخانے ایسے اعلیٰ پیمانے پر ہوں کہ ان کی مصنوعات باقی ممالک کی مصنوعات سے اگر افضل نہ ہوں۔ تو بدتر بھی نہ ہوں۔ ہندوستان کی پبلک طاقتیں متحدہ طور پر ملک کے اندر اس قسم کا صادقانہ جوش پیدا کریں۔ کہ تمام ہندوستانی سوائے انگلستان کی ساختہ اشیاء کے اپنے ملک کی بنی ہوئی اشیاء استعمال کریں۔ اور سودیشی کا جوش بطور انتقام بنگال میں کھڑا کیا گیا تھا۔ اسے اب امن و تمدنی برکتوں کی لائنوں پر انگریزی قوم کے جذبات کا پورا لحاظ رکھکر کھڑا کیا جائے۔ جس کے ساتھ انگریزی گورنمنٹ بھی دیگر ممالک کی گورنمنٹوں کیطرح دیسی صنعت و حرفت کی ترقی پر پوری توجہ اختیار کرلے اور اس کی زبردست سرپرست بن جائے۔

اسی طرح تجارت کے متعلق ہندوستانی اس اصول کو مدنظر رکھکر تجارت کا کام بڑی بڑی کمپنیوں کے قائم کرنے سے شروع کریں۔ کہ جس طریقہ پر دنیا کی ترقی یافتہ قومیں کر رہی ہیں۔ ایمانداری و امداد باہمی کے اصول پر ملکی تجارت فروغ کر سکتی ہے۔ ملک سے جو کروڑوں روپیہ غیر ملکی تاجر ہر سال لے جاتے ہیں۔ وہ اس کے لیجانے میں اس اصول کے ذریعے کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہندوستانیوں کو بھی ایسے طریقہ پر تجارت کرنے کا سلیقہ اختیار کرنا چاہیئے۔

غرض ان ہر سہ صیغوں پر پوری توجہ ہندوستانی و انگریزی اقوام اور گورنمنٹ مبذول کریں۔ اس کے لئے بے شمار زراعتی و صنعتی و حرفتی اور

تجارتی کالج وسکول اور انسٹیٹوٹ سارے ملک میں کھول دیئے جائیں۔ تعلیم کو مفت اور لازمی بنا دیا جائے۔ جو اعلیٰ درجہ کی اخلاقی و اولوالعزمی کی روح پھونک دینے کا باعث ہو۔ قوانین کو سادہ اور موجودہ پیچیدگیوں سے نکال کر اس لائن پر لایا جائے جو لوگوں میں بجائے مقدمہ بازی اور شرارت کی روح پھیلانے کے امن و آرام سے زندگی گذارنے کا باعث بن جائیں۔ اور وہ وقت جو شرارتوں و مقدمہ بازیوں کی دوڑ دھوپ میں صرف کرتے ہیں۔ ملک کی تمدنی ترقیوں پر لگائیں۔ جس سے ایسی روش و پالیسی متحدہ طور ہندوستانی و انگریزی اقوام اور انگریزی گورنمنٹ کے اختیار کر لینے پر ملک کی تمدنی و اخلاقی ترقی چند سالوں میں اعلےٰ پیمانے پر پہنچ جائیگی۔ اور زراعتی و تجارتی اور صنعتی و حرفتی کمپنیوں اور کارخانوں کے کھل جانے اور تمدنی پہلو سے معاشرت کے وسیع میدان مل جانے سے اس ہندوستانی تعلیم یافتہ بے کار و مایوس گروہ کے کھپانے کا ذریعہ بھی نکل آئیگا۔ جو ملک میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے انقلابی تحریکوں کا بیج بوتا پھر رہا ہے۔ اور بم بنانے یا چلانے کی مشق کرنے کی قربانیوں کو ابدی راحت خیال کئے ہوئے ہے۔ انہی طریقوں کے اختیار کر لینے سے ہندوستان چند سالوں کے بعد اس درجہ پر آجائیگا۔ کہ جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ مگر میرے اس پیش کردہ پروگرام میں ہندوستانی و انگریزی اقوام کی معاملہ فہمی و دور اندیشی کی ایسی اہم شرط ہے۔ جس کے ساتھ یہ اہم مسئلہ کہ جس کا حل ہونا ہر دو اقوام کیلئے ایسا ضروری ہے جیسا کہ ایک پیاسے کیلئے آب حیات۔ اس سے نہ صرف ہندوستان کا مستقبل شاندار بن سکتا ہے۔ بلکہ سلطنت انگلشیہ اور انگریزی قوم کا بھی ایسا عظیم الشان فائدہ ہو جو اس کے تمام فوائد کو موجودہ حالت سے ترقی دیکر ہندوستان میں سلطنت انگلشیہ کے دوامی استقلال کا باعث ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں سوائے اس کے ہندوستان اور ہندوستان میں سلطنت انگلشیہ کی مستقل بہتری کی اور کوئی صورت ہی نہیں ہو سکتی۔ کہ مذکورہ بالا اصول پر رفتہ رفتہ ہندوستان کی پر زور تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ موجودہ انگریزی گورنمنٹ کی ہیئت ہندوستانی سلف گورنمنٹ کی وضع میں تبدیل کر دی

جائے۔ اور یہ نہایت ہی آسانی سے ہو سکتا ہے ✤

ہندوستانی قومیت

اس مضمون پر جو بحث اوپر کیجا چکی ہے۔ وہ اب تک محض ہندوستان کے مستقبل پر دو فریق ہندوستانی و انگریزی اقوام کو ایک دوسرے کے مدمقابل رکھکر کی گئی ہے۔ کہ جسکا حل جہانتک ہو سکا ہے۔ اپنے محدود خیالات کی بنا پر ہندوستانی سلف گورنمنٹ اور انگریزی قوم کے متعلق کر دیا گیا ہے۔ مگر غور سے دیکھا جائے۔ تو اصولاً وہ سوال اس سے بعد پیدا ہونا چاہئے۔ جبکہ ہندوستان میں ہندوستانی قومیت قائم ہو جائے مگر چونکہ مضمون زیر بحث ہندوستانی سلف گورنمنٹ ہے۔ اس لئے اس کے حصول کے مختلف ذرائع کی کامیابی و ناکامی اور انگریزی قوم کے اعتراض کے سوالات کا پہلے حل کرنا ضروری تھا۔ اس لئے اب ان سے فارغ ہو کر ہندوستان کے مستقبل کے شاندار بننے کی بنیاد یعنی ہندوستانی قومیت کو لیا جاتا ہے۔ جس کے قائم ہو جانے کے بغیر ہم ہندوستانی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتے۔

اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو ہندوستان کے مستقبل کا شاندار بنانا ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ جس کے ایسا بنانے کے وسائل سلطنت انگلشیہ کے ان زبردست آئینی اصولوں کی بنیادوں پر ہمیں ایسے وسیع پیمانے پر حاصل ہیں۔ کہ جن کے ردّ و بدل کرنے کی طاقت کسی با اختیار سے با اختیار شخص کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اور جن کی رہبری و مدد سے ہم اپنی مادر وطن ہندوستان کی تمام توقعات کو پورے طور پورا کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم اس کے باامن اور وفادار فرزند بن جائیں اور عارضی و معمولی نسلی و مذہبی تعصب و اختلاف کو چھوڑ کر باہم متحد ہو جائیں۔ یا ان کو اس دائرے تک محدود رکھیں۔ جو دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے اندر ان کی قومیت کے متحدہ فوائد اور پالیسی سے خارج فارغ البالی و خوشحالی کی چھت کے نیچے اختلاف رائے تک محدود ہیں۔ جو وہاں اصولاً ملک و قوم کی بہبودی و ترقی کا کام دے رہے ہیں ✤

جس ملک میں مذہبی و نسلی اور قومی تنفر و تعصب اس درجے پر ہو۔ جو ایک دوسرے کو ملیا میٹ کر دینے کی امنگوں میں پرورش پانے والا ہو۔ اس ملک کی تباہی یقینی خیال کیجا سکتی ہے۔ اور ایسے ملک کا مستقبل ہمیشہ تاریکی میں گرا رہتا ہے۔ ہندوستان کی موجودہ ذلت کا باعث ہی یہی ہے۔ مختلف قوموں اور قوموں کے اندر مختلف فرقوں کے باہمی پیچ در پیچ اختلاف اور اختلاف کے اندر خوفناک مذہبی و نسلی اور قومی تعصبات کا جوش جس درجے پر ہندوستان میں موجود ہے۔ اس کی مثال دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں پائی جاتی جس کے متعلق مختلف رائیں لگائی جا سکتی ہیں۔ کہ وہ کیوں ایسا اس ملک میں زوروں پر ہے۔ مگر میں نے جہاں تک غور کیا ہے۔ اس کے بڑے بڑے اسباب کہیں بڑی حد تک ملک کی خوفناک مفلسی کی وجہ سے بنے ہوئے ہیں۔ اور محض روٹی کے سوال نے مختلف صورتیں بدل بدل کر مذہبی و نسلی اور قومی تعصب کی ہیئت اختیار کر لی ہے۔ اور جس قدر جوتی پیزار آجکل ہندوستان میں ہندوستانیوں کا آپس میں ہو رہا وہ اصولاً پیٹ کی گرسنگی کو رفع کرنے ہی غرض سے ایک دوسرے کے ہاتھ سے روٹی چھین لینے کی جدوجہد پر مبنی ہے۔ اس اصول کو انسانی فطرت کی کسوٹی پر رکھ کر ہندوستان سے باہر بھی دیکھا جائے۔ تو دنیا کے تمام متمدن و ترقی یافتہ قومیں تلوار سے اگر تلوار سے نہیں تو تمدنی و سیاسی چالبازیوں سے محض اسی روٹی کے خیال پر ایک دوسرے سے معرکتہ الآرا ہیں۔ خصوصاً اس زمانے میں جبکہ بزور شمشیر تبلیغ مذاہب کا تعصب کہیں بڑی حد تک کم ہو گیا ہے۔ اب اسی اصول پر دنیا کی قومیں ایک دوسرے پر یورشیں کر رہی ہیں۔ گو اپنے مدعا کو کامیاب بنانے کی خاطر ان قوموں کے ۰ بر ولیڈر اپنی قوم کے سادہ لوح افراد کے مذہبی جذبات سے ہی علی الاعلان کیوں نہ اپیلیں کرتے رہا کریں۔ کہ جس کے بغیر بہت سی طبیعتیں محض کسی غیر ملک یا قوم کے مقابلہ میں روٹی کی خاطر جان دینے پر آمادہ نہیں ہوتیں۔ جنہیں مذہب کے پانی سے بپتسمہ دیکر ابدی راحت کے دھوکے میں جان گنوانے پر جلدی راضی کر لیا جاتا ہے۔ مگر ایسی تحریکوں کے بانیوں کا حقیقی مدعا ملک گیری کے اصول پر کسی دوسری قوم کے ہاتھ سے روٹی چھین لینے پر مبنی ہے

انگریز اور جرمن ہم مذہب و ہم رنگ قومیں ہیں۔ مگر جرمن اس غصہ میں انگلستان کو مغلوب کرنے کی تاک میں لگا ہوا ہے۔ کہ کیوں انگلستان نے دنیا میں اپنے مقبوضات کو اس قدر وسیع کر لیا ہے۔ کہ اس کے لئے روٹی کمانے کا میدان دنیا میں تنگ ہو رہا ہے۔ اور اس کی ملکی مصنوعات کی کھپت کیصورت اسے اطمینان بخش کہیں نظر نہیں آتی۔ فرانس سے مراکو کے آزاد رہنے کی آڑ پکڑ کر جرمن نے جھگڑا کیا۔ مگر جب اتہاتے مگر جب اس نے مقبوضات افریقہ میں سے ایک علاقہ جرمن کی نذر کر دیا۔ تو مراکو کی آزادی کے سوال کو جرمن نے مراکو سے چلتے وقت اپنی روانگی کے بستر میں لپیٹ کر گھر کا راستہ لیا۔ اسی طرح اگر انگلستان بھی اسے اپنے مقبوضات میں سے کوئی ملک دیدے۔ یا اس کے زیر نظر ایشیا کوچک پر اسے قبضہ کرا دے۔ تو جرمن سب سے بڑا یار غار انگلستان کا بن جائیگا۔ اسی اصول پر دنیا کی کمزور سلطنتوں کے حصے بخرے کئے جا رہے ہیں۔ اور بیکس و بے آزار قوموں کو بلا وجہ ان کے اوپر یورش کر کے محکوم بنایا جا رہا ہے۔ مگر جہاں کسی قوم کو طاقتور دیکھا جاتا ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب کی ہو۔ گوری ہو۔ یا کالی۔ اس سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ گو اس کے ہاتھ میں نصیب روٹی ہے۔ مگر اس خوف سے کہ کہیں اس سے روٹی چھیننے کی ہوس میں اپنی جان نہ گنوا بیٹھیں۔ پھر اسے مہذب و متمدن کا خطاب دیکر اس سے اتحاد و یگانگت کا رشتہ قائم کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ دوستی رکھنے کا فخر کرتے ہوئے اسکی وجہ اسکی اعلے درجہ کی تہذیب و شائستگی بیان کیجاتی ہے۔ جس کی زندہ مثال اس وقت دنیا میں جاپان ہے۔ جو اس وقت تمام مسیحی و غیر مسیحی اقوام کی آنکھ کا تارا بنا ہوا ہے حالانکہ وہ زرد رنگ ایشیائی ہے اور بدھ مذہب رکھتا ہے۔ پس اسی اصول پر انسانی فطرت کی بوالہوسی کا ہندوستانیں دور دورہ ہے۔ جو بدقسمتی سے افلاس کے زور کے ساتھ ہی زوروں پر ہے*

اس اصول پر کھڑے ہو کر نہائت بلند نظری سے ہندوستان کی تمام باہمی معرکہ آرائیوں کی بنیاد کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کیجائے۔ تو صاف طور پر یہ نظر آجائیگا

کہ جتنے قبل جنگ آج کل ہندوستان میں مختلف اقوام کی باہمی لڑائیوں میں بج رہے ہیں۔ سب کے سب معدے کے جھگڑے سے منڈھے ہوئے ہیں۔ جو میدان جنگ میں اپنے فریق کو ثابت اولوالعزمی اور سر بکف کر کے لڑانے کی خاطر گذشتہ و موجودہ نسلی و مذہبی واقعات کا شور بر پا کئے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کے اکثر ملکی اخبارات۔ فرقوں کے لیڈر اور ان کے واعظ سب اپنے پیٹ کے نام سے قومی و مذہبی خدمات کرنے کے جلوے میں تگ و دو کر رہے ہیں +

مثال کے طور پر ہندوستان میں صرف ملازمت کے مسئلہ کو لے لیا جائے۔ جو ان لوگوں نے کہ جنہیں ملازمت کے میدان میں جگہ لینے کی ضرورت ہے۔ اس اس مسئلے کو قومی و مذہبی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ جس پر پھر ہندو مسلمانوں کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی ہیئت اس طرح تبدیل کر دی گئی ہے۔ کہ فلاں محکمے میں ہندوؤں کی زیادہ بھرتی ہونے سے مسلمانوں کے قومی فوائد پر چھری پھر رہی ہے۔ اور فلاں مسلمان ڈپٹی کمشنر ہندوؤں کو غارت کر رہا ہے۔ پھر اس مسئلے کو وہ ملکی اخبار کہ جن کے آب و دانے کا دار و مدار سرکاری ملازموں اور ان کے زیر اثر پارٹیوں کے اوپر ہے۔ ان میں ہر دلعزیزی پیدا کرنے اور اپنی اشاعت بڑھانے کی غرض سے لیجیو۔ پکڑیو کا شور مچائے رکھتے ہیں۔ اور قومیت کے سوال کھڑے کر دیتے ہیں حالانکہ انفرادی طور آج تک کوئی ایسا ہندو و مسلمان ہندوستان میں نہیں دیکھا گیا۔ کہ اس نے اپنے مذہب بھائی کی خاطر اپنی درخواست امیدواری ملازمت کی واپس لے لیا ہو۔ خواہ وہ دونو ہی صرف امیدوار ہوں۔ اندرونی طور پر ہر مسلمان ہے اس قسم کی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ فلاں اسامی پر جو اس کا ہم مذہب بھی مقرر ہونے والا ہے۔ میں مقرر ہو جاؤں اور کسی طرح سے اُسے زک دوں۔ مگر اعلانیہ طور اس کا اظہار نہ پریس میں کر سکتا ہے اور نہ ملک میں۔ کیونکہ اس انفرادی سوال کو پریس کا معدہ باوجود کسی چرب ترین لوالہ کے مل جانے کے بھی ہضم کرنے سے قاصر ہے۔ مگر عام طور پر یہ خود غرضی کہ ہم کیوں نہ لئے گئے۔ ہندو مسلمان کا سوال لے کر پریس کے

ذریعے ملک کی بدقسمتی کو آموجود ہوتی ہے۔ اور یہی مسئلہ ہے۔ جو ملک میں زیادہ اودھم مچائے ہوئے ہے۔ اگر آج ان تمام ہندو و مسلمان ملازموں کی تنخواہیں پنشن کر کے سرکاری ملازمت سے علیحدہ ہو جانے کو کہا جائے۔ اور ان کی بجائے عیسائیوں کو بھرتی کر دیا جائے۔ تو وُہ تمام کے تمام اسے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور پھر قومی حقوق کے تحفظ کا مسئلہ معدے کی دوسری شکم پری کے راستے ہضم ہو کر خود غرضی کے بیت الخلاء میں جلوہ افروزی کرتا ہوا دکھائی دیگا۔

اگر اسی مسئلہ ملازمت کو غور سے دیکھا جائے۔ تو ہندوستانیں باہمی قومی منافرت و تعصب کا کہیں بڑی حد تک یہی ذمہ وار ہے۔ ملکی پریس کا بڑا حصہ اسکو لئے ہوئے ہے جو ملک کے ادنے تعلیم یافتہ حلقوں میں برا اثر پیدا کر رہا ہے۔ ہندو و مسلمان ملازم اس مسئلہ کی قومی تعصب کی جھیل میں غوطے کھا رہے ہیں۔ اور پریس کو اپنا اس بلا سے نجات دہندہ تصور کر کے اس کے پیش کردہ اس پروگرام کو کہ دوسرا فریق غاصب ہے۔ شریر ہے۔ اور ہماری تباہ کرنے کی جدوجہد کر رہا ہے۔ اپنے دل میں بطور عقیدۂ مذہبی جگہ دئے ہوئے ہیں۔ جس سے غیر مذہب کے افراد کے سر کس و ناکس کو اپنے اختیار سے بڑھ کر نقصان پہنچانے کی کوشش کو انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ چونکہ ہندوستان کی عام آبادی کو ہر وقت ان سے پالا پڑا رہتا ہے۔ اس لئے ہندو و مسلمان ملازموں کے عملی طرز سے ہندوستان کی عام آبادی میں ہندو و مسلمان کے سوال کا بھاؤ خوب زوروں پہ ہے۔ جس کی خریداری پر ہندوستان کی تمام آبادی بغیر تمیز خواندہ و ناخواندہ کے مٹ رہی ہے۔ اور اس کے اثر نے وسعت پذیر ہو کر مسجد کے مولویوں اور مندروں کے مہنتوں تک کو اپنے معتقدوں اور مقتدیوں کی ہر وقت کے اس مذہبی تعصب کے شکایت نے بے چین کر رکھا ہے۔ جو پھر واعظوں میں اپنی بھڑاس نکالنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اسی سر پھیر میں یہ مواد تعلیم یافتہ حلقوں میں گشت لگاتا ہوا اخبار کے کالموں کو زینت دینے کے لئے مختلف وضع و ہیئت میں آ نمودار ہوتا ہے۔ جو اصولاً محض روٹی کے سوال سے پیدا ہو کر ملک کو آتشیں بگولے کی وضع میں مذہب اور قومیت کی چنگاریوں

سے ہر وقت آگ لگاتا پھرتا ہے۔ جس سے اکثر بڑے بڑے معاملہ فہم اور عالی خیال قومی
خلیفے بھی اس کی لپیٹ میں آکر جلنے لگ جاتے ہیں ؎

غرض اسی طرح سے ہندوستان کی تمام باقی باہمی قومی و مذہبی تنازعات کی
بنیاد محض روٹی کے سوال پر مبنی ہے۔ ورنہ فی الحقیقت ہندوستان میں ایسی کوئی [illegible]
قومی و مذہبی مغائرت نہیں ہے۔ جو ناقابل اصلاح ہو۔ ہندوستان سے مفلسی دور ہو
جائے۔ اور فاقہ کش بدمستونکو گرسنگی کی بدمستی سے نجات مل جائے۔ تو پھر یہ تمام
موجودہ خطرناک قومی و مذہبی اختلاف رفع ہو جائیں۔ اور ہندوستان میں ہندوستانی
قومیت کا مسئلہ بھی حل ہو جائے ؎

بعض عالی دماغ و وسیع الخیال ہندوستانی لیڈر پلیٹ فارموں پر کھڑے ہو کر
کہہ دیتے ہیں۔ کہ ملازمت جیسے بے حقیقت سوال کو کیوں درمیان میں لایا جا رہا ہے۔
مگر اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ ایسا کہنے والوں کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ ورنہ انسانی
فطرت کا یہ مسلمہ خاصہ ہے۔ کہ وہ جب تک اپنے پیٹ کے سوال کو حل نہ کرے۔ کسی
ایسے دور و دراز کے سبز باغ کی سیر کو چلنے پر قطعاً رضامند نہیں ہوتی۔ کہ جس کے پہنچنے
سے پہلے راستہ میں اس کی روح پرواز کر جائے۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ ہندو مسلمان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور ان کا وطن
ایک۔ زبان ایک۔ مرنا جینا ایک۔ اٹھنا بیٹھنا ایک ہے۔ تو وہ کیوں آپس میں
لڑتے ہیں؟ مگر یہ سب کچھ سہی۔ مگر انگلستان کی آبادی کا تو علاوہ ہندو مسلمان
کے اتحادی رشتوں کے مذہب بھی ایک ہے۔ تو وہاں کیوں مختلف پارٹیوں میں
کشمکش ہے۔ اور کیوں آئے دن کارخانوں کے مزدور۔ جہازوں کے ملاح ریلوے
کے ملازم سٹرائکیں اور بلوے کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض وقت انگلستان کے بیکاروں کا
گروہ گورنمنٹ ہوس کا محاصرہ کر لیتا ہے۔ جن کے جھنڈوں کے اوپر لکھا ہوا ہوتا
ہے۔ کہ روٹی یا کام۔ جس سے آئے دن کی ایسی شورشوں سے گورنمنٹ انگلستان
کا دم ناک میں ہو رہا ہے۔ اور جب انہیں روٹی کیطرف اطمینان ہو جاتا ہے۔

بہ تنہا مویشی کے سامنے گھر جا بیٹھتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہندوستان کی مفلسی نے مفلس ہندوستانیوں کو جبکہ گورنمنٹ ہوس کے گھیر لینے کی طاقت انہیں نہیں ہے۔ ایک دوسرے سے بعض چھوٹی چیزوں کی غرض سے باہم جوتی پیزار کرا رکھی ہے۔ جو نام کے لحاظ سے آگے چل کر مذہبی و قومی منافرت و تعصب کا لباس پہنے ہوئے ہے۔

جس طرح ہندوستان کی سیاسی پہلو سے نجات تمدنی ترقی پر خیال کی جاتی ہے۔ اسی طرح سے ہندوستانی اقوام کی باہمی مصالحت کا ذریعہ بھی ملک کی فارغ البالی اور خوشحالی پر منحصر ہے۔ جس کے لئے تمام دولتمند و ذی اثر اور معاملہ فہم ہندوستانی بھائیوں کو یہ سر توڑ کوشش کرنی چاہئے۔ کہ ہندوستان سے تمدنی ترقی کے ذریعے افلاس کو دور کریں۔ جس قدر ہندوستان افلاس سے دور ہوتا جائیگا۔ اس قدر ہندوستانی قومیت کی لائنوں کے نزدیک آتا جائیگا۔ چونکہ پیچھے ہندوستان کی تمدنی ترقی کو اعلےٰ معراج پر پہنچانے کی مفصل بحث آچکی ہے۔ اس لئے دوبارہ یہاں اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

اب میں اس سے آگے چل کر ان متنازعہ فیہ مسائل کو لیتا ہوں۔ جو ہندوستان کی دو بڑی قوموں کو آپس میں ملنے سے کہیں حد تک روکے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کا تعلیم یافتہ طبقہ۔ ہندوستان کی عام آبادی کا قائمقام ہے۔ قومی و سرکاری سٹیجوں پر اس کا تصرف ہے۔ اور پریس بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ انہیں جس قدر امور اس وقت باہمی اختلاف کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اگر وہ دور ہو جائیں۔ تو یقیناً وہ طبقہ آپسمیں اگر سارا نہیں تو اس کا جزو اعظم ضرور مل جائیگا۔ جس سے ہندوستانی قومیت قائم ہو جائیگی۔ مگر جیسا کہ اوپر دکھایا گیا ہے۔ اس کے لئے بڑے اہم ایثار کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے یقیناً تمام عالی دماغ اور وسیع الخیال ہندو اور مسلمان اس وقت تیار ہیں۔ اور جن کے مل جانے سے ہندوستان میں نیا دور شروع ہوگا۔ بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ جدید ہندوستانی قومیت اصلی معنے میں ہندوستان میں نمودار ہو جائیگی۔ جس سے ہندوستان ترقی یافتہ ممالک کی صف میں جگہ لینے کا مستحق ہو جائیگا۔ حالانکہ اگر ایمانداری اور بلند حوصلگی سے دیکھا جائے۔ تو ہر دو اقوام میں

جو مسائل اس وقت اختلاف اور نا اتفاقی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ وہ محض جاہلانہ تعصب و ہٹ دھرمی کے چونے و گارے سے ایک ناممکن التسخیر قلعے بنا کر کھڑے کر دئے گئے ہیں۔ جن کی تعمیر چھوڑ دینے سے چند دنوں کے بعد ان کا نام و نشان ہندوستان میں نہ ہوگا۔

گاؤکشی

گاؤکشی کا سوال مذہبی جذبات کی مجبوری سے ہندوؤں کو ہندوستان میں سخت بے چین کئے ہوئے ہے۔ جو اس کے بند کرا دینے کو متعدد طور ملک کے طول و عرض میں مدت سے ایک زبردست اور مسلسل ایجیٹیشن جاری کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی عید قربانی کے موقعہ پر ہر سال کہیں نہ کہیں ہندوستانیوں کا ایک گروہ اس سوال کو حل کرنے کے واسطے باہمی جنگ جدل میں اپنے مال و جان کی قربانی بھی چڑھاتا رہتا ہے۔ جس سے سارے ملک کے طول و عرض میں باہمی توتو میں میں کا طوفان بے تمیزی برپا ہو جاتا ہے۔ اور ملکی پریس کی قدرت آفرین رنگینیوں کے نقش و نگار اس منحوس سوال کو ایسے خوشنما منظر میں ملک کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور برابر کرتے چلے جاتے ہیں۔ کہ سارا ملک ان پر لٹو پٹو ہو رہا ہے۔ اور جہاں ایک طرف ہندو اس کے بند کرا دینے کے ایجیٹیشن میں ترقی کر رہے ہیں۔ وہاں دوسری طرف مسلمان اس کے متعلق "ہل من المزید" کے نعرے لگا رہے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس معاملے میں کونسا فریق حق بجانب ہے۔ اگر ایمانداری سے دیکھا جائے۔ تو کہیں بڑی حد تک اس کے متعلق ہندو حق بجانب ہیں۔ جب ان کے مذہبی فیلنگ کو ہندوستان میں گاؤکشی سے صدمہ پہنچتا ہے۔ اور وہ مذہباً گائے کو ایک پوتر و مقدس جانور مانتے ہیں۔ تو پھر عید یا کسی اور موقعہ پر انہیں یہ باور کرانا کہ یہ گائے قربانی کیلئے جا رہی ہے۔ ایسا نہائت سخت خطرناک اخلاقی و مذہبی گناہ ہے۔ کہ جس کے ارتکاب میں مسلمان اپنے مقاصد

اسلام کے حقیقی فرزند نہیں کہلائے جا سکتے۔

جب یہ بات مسلمہ طور پر مسلمان تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ ہندوؤنکو گاؤکشی سے ایذا پہنچتا ہے۔ کہ انہیں اپنے کسی اور قومی کام کے نقصان پر نہیں پہنچتا۔ تو پھر مسلمان محض ان کے دلونکو جلانے کی خاطر اس پر کیوں مبالغہ وغلو کرتے ہیں۔ اور اس گاؤکشی کی رسی کی کشش کو کیوں نہیں اپنے ہموطن بھائیونکی خاطر ڈھیلا کر دیتے۔

اسلام نے گائے کو صرف حلال کیا ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا۔ کہ ہندوستان میں عید کے دن اسی ہی کی قربانی ہو سکتی ہے۔ جبکہ بکری۔ اونٹ۔ بھیڑ کی قربانی ہو سکتی ہے۔ تو پھر کیوں خواہ مخواہ گائے کی قربانی پر ضد کی جاتی ہے جبکہ اسلام نے مصلحت وقت کو یہانتک جائز رکھا ہے۔ کہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام حج جیسے اسلامی رکن کو مشرکین مکہ کی خاطر چھوڑکر ان سے اس کے ساتھ ایک ایسا کمزور معاہدہ بھی کر لیتا ہے۔ جس پر فاروق اعظم کو یہانتک جوش آجاتا ہے۔ کہ وہ حضرت کو غصے سے کہتے ہیں۔ کہ کیا آپ خدا کے پیغمبر نہیں ہیں؟ جو ایسا ذلیل معاہدہ مشرکین سے کر رہے ہیں۔ تو پھر اس اصول پر کسی ایسے خاص وقت میں جب کہ مصلحت وقت مسلمانوں کو بزور مشورہ دے رہی ہے۔ وہ گاؤکشی کو چھوڑ دیں کیونکہ اس پر آئے دن کی سر پھٹول سے ہندوستان کے ان عظیم الشان فوائد کا ستیاناس ہو رہا ہے۔ کہ جن کے برباد ہونے پر مسلمان بھی ہندوؤں کے ساتھ ساتھ تباہ ہو رہے ہیں۔

بعض تنگدل پرجوش مسلمان کہتے ہیں۔ کہ اگر ہم گاؤکشی کو ہندوؤں کے اتحاد کی خاطر چھوڑ دیں۔ تو پھر وہ کل ہمیں کہینگے۔ کہ ہم اس وقت اتحاد کرینگے۔ کہ جب تک تم اپنے مذہب کو خیرباد نہ کہدوگے۔ یا یہ کہ تم نماز پڑھنا بھی چھوڑ دو۔ مگر اصولاً یہ کیسا مضحکہ انگیز خیال ہے۔ کیا آجتک ملکی معاملات پر بحث کرتے ہوئے کسی ہندو نے یہ کہا ہے۔ یا ایسا کہنے کی وہ جرأت کر سکتے ہیں یہاں اس وقت وہ کہہ سکتے ہیں جبکہ ان کی عقل بالکل جاتی رہی ہو۔ اور مسلمان بالکل ایسی حالت میں ہوں

کہ ان کے کسی فرمان کی تعمیل نہ کرنے کے جرم میں ہسپانیہ کے مسلمانوں کی طرح یا تو قتل اور جلاوطن کر دئے جائیں۔ یا مذہب تبدیل کر لیں۔ میرے خیال میں ان روشن خیال ہندوؤں کی جماعت ہندو مسلمانوں کے اتحاد کیلئے سخت بے چین ہو رہی ہے۔ اگر اس وقت ہندوستان کی قسمت پورے طور مالک ہو جائے۔ کہ جن کے ہاتھ میں مسلمانوں کی قسمت کے فیصلہ کرنے کا وہی اقتدار آ جائے۔ جو ہسپانیہ کے پرجوش عیسائی مجاہدین کو حاصل ہو گیا تھا۔ تو پھر بھی وہ ایسی حالت میں مسلمانوں پر تبدیل مذہب کر دینے کا جبر روا نہ رکھیگی۔ چہ جائیکہ۔ ایسی حالت میں جبکہ ہندو و مسلمانوں کی قسمت کے فیصلہ کا اقتدار ایک اور قوم کے ہاتھ میں ہے۔ ہندو بھی مسلمانوں کی طرح بے بس ہیں اور ان جیسے محکوم ہیں۔ وہ روشن خیال ہندو جماعت کہ جن کے ہاتھ میں ہندو قومیت کی باگ ہے۔ ایسا ایک مضحکہ انگیز و بالکل تدبر و انسانیت کے برخلاف ایسا سوال چھیڑ بیٹھے کیا یہ ایسا ہو سکتا ہے؟

ہندوؤں کو پورے طور پر اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ ہندوستان سے مسلمان نہ ہمارے نکالے نکل سکتے ہیں۔ نہ مارے مر سکتے ہیں۔ نہ مسلمانوں کے تعاون کے سوا ملک ترقی کر سکتا ہے۔ نہ ہندو امن و آسائش کی زندگی گذار سکتے ہیں پھر ایسے زبردست احساس کے باوجود یہ گاؤکشی کا سوال جو انہوں نے پیدا کر رکھا ہے وہ ان کے سخت مذہبی احساس کی مجبوری سے ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کی مذہبی توہین کی نیت سے جبکہ انہیں یہ بھی معلوم ہے۔ کہ مسلمانوں کا مذہب گاؤکشی پر منحصر نہیں ہے۔ تو پھر مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ اپنے مذہبی ارکان نماز۔ روزہ۔ حج۔ قربانی وغیرہ کی روح میں ہندوؤں کے اس مذہبی احساس کی عزت کر کے ایک ایسے سوال کا ہندوؤں کی رضامندی پر فیصلہ کر دیں۔ جو ان کے مذہبی ارکان کی ذیل میں داخل نہیں ہے۔ اور جن کا مذہبی رکن قربانی گائے کے بجائے اور حلال جانوروں کے ذریعے ادا ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسلام محکوم قوموں کے ساتھ یہاں تک مذہبی رواداری کا حکم دیتا ہے۔ کہ فاروق اعظم نے باوجود بیت المقدس کے اسقف اعظم کی درخواست کے

بیت المقدس کے گرجے میں اس لئے نماز نہیں پڑھی۔ کہ خلیفے کی نماز پڑھنے کی جہت پر مسلمان فاتح اسے مسجد بنا ڈالینگے۔ تو پھر ایک برابر کی قوم کے ساتھ اپنے قومی و وطنی فائدے کی خاطر کیا اتنی مذہبی رواداری کو روا نہیں رکھ سکتے۔ کہ ان کے تحت مذہبی احساس کی خاطر گاؤکشی کو چھوڑ دیں *

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام ان کی مادر وطن ہند کی خدمات کو حب الوطن من الایمان کی کسوٹی پر رکھکر ان سے لینے کا دعوے کر رہا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں پر بہت سے حقوق ہیں کیونکہ مسلمانوں کے عظیم الشان تاجدار اور اُن کے مقدس بزرگ اس کی آغوش میں آرام کر رہے ہیں۔ ان کے نہ مٹنے والے تاریخی کارناموں و یادگاروں کا تعلق ہندوستان کی قسمت کے ساتھ ایسا وابستہ ہو گیا ہے۔ جو کسی کے قطع کرنے سے منقطع نہیں ہو سکتا۔ جس کا براہ راست تعلق تمام ہندوستان کے باشندوں کے ساتھ ہے۔ جن میں ہندو بھی برابر کے شریک ہیں اور جن کی عظیم الشان تاریخی عظمت کی یادگاریں تمام ہندوستان کے طول و عرض میں ان کے ساتھ موجود ہیں۔ اس لئے ہندو مسلمانوں کی قسمت کی خمیر ایک ہی سرزمین کے آب و گل سے تیار ہوئی ہے۔ اور اس کا تغیر و تبدل ناممکن ہے پس ایسی صورت میں مسلمانوں پر مذہباً۔ اخلاقاً۔ اصولاً یہ فرض لاحق ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے مشترک قسمت رکھنے والے ہندو بھائیوں کی اپنی طرح عزت اور ان کی خاطر ایک جانور اُن کے حوالے کر دیں۔

مگر میرے خیال میں اس مسئلہ کو حل کرنے میں اس وقت تک سخت دقت پیش آتی رہیگی۔ جب تک کہ اس کو تمدنی پہلو سے بھی حل نہ کیا جائے۔ جیسا کہ اوپر دکھایا گیا ہے۔ کہ ہندوستان میں ہندوستانی اقوام کی باہمی قومی و مذہبی منافرت کی بنیاد اکثر بڑی حد تک افلاس کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اور اس مسئلہ کا حل ہونا بھی ہندوستان سے افلاس کے دور ہونے پر بہت کچھ انحصار رکھتا ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کا جزو اعظم اتنا مفلس ہے۔ جو بوجہ غربت کے شہروں میں

گائے کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔ گو دیہاتی مسلمان سوائے عید یا شادی و بیاہ کے موقعہ کے اس کا استعمال بہت کم کرتے ہیں۔ اور ساگ پات پر گذارہ کرتے ہیں۔ مگر ہندوستانی شہریت کی معاشرتی زندگی شہری مسلمانوں کو ایسا مجبور کئے ہوئے ہے۔ کہ وہ گوشت کھانے کے چھوڑنے پر بدقت مجبور کئے جا سکتے ہیں۔ جو بوجہ ارزانی کے گائے کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔ ہندوستان کی تمدنی ترقی کے ساتھ ان کے جسم میں بھی اتنی طاقت آجائیگی۔ کہ وہ گائے کے گوشت کے بجائے بھیڑ بکری کا گوشت استعمال کرنے لگ جائینگے۔ جو طبعاً انہیں بوجہ افضل و لذیذ ہونے کے اس کے استعمال پر مجبور کریگا۔ مگر اب دقت یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کا سخت مذہبی احساس مجبوراً انہیں اس استدلال کے تسلیم کرنے کے پاس نہیں پھٹکنے دیتا جس کی اصلاح جہانتک ممکن ہو۔ مسلمانوں کو ضرور اپنے ہندو بھائیوں کی خاطر کرنی چاہئے۔

میرے خیال میں اس کی فی الحال یہ صورت ہو سکتی ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمان عید کے دن تو بالکل گائے کی قربانی چھوڑ دیں۔ جو نہائت ہی مبالغہ کے ساتھ کیجاتی ہے۔ اور ایسے کروڑوں مفلس مسلمان بھی اس کو کرتے ہیں۔ کہ جن پر مذہباً اس کا اطلاق نہیں آسکتا۔ کیونکہ قربانی دولتمندوں پر فرض ہے۔ جس کا نمایاں اثر ہندوؤں کے مذہبی فیلنگ پر پڑتا ہے۔ اور متمول و ذی ثروت اور تعلیم یافتہ مسلمان ہمیشہ کیلئے اس کے گوشت کو ترک کر دیں۔ اور باقی جاہل مسلمانوں کو بھی اس قسم کی ترغیب دیں کہ وہ بجائے گائے کے گوشت کے ترکاری وغیرہ کا استعمال شروع کر دیں۔ اور جس طرح ہندوستان کی تعلیمی و تمدنی ترقی اس کی [illegible] نکالتی چلی جائیگی۔ اسی قدر اس کے کم کرنے کی کوشش بھی وسیع کی جاتی جائیگی۔ اس اصول پر کاربند ہونے کا ثبوت بدرجہ اتم [illegible] تعلیم یافتہ مسلمانوں کو نہائت ہی نیک نیتی کے ساتھ اپنے ہندو بھائیوں کو دینا چاہئے۔ کہ جس کے ساتھ وہ بھی بعض مجبوریوں کو جو نظر انداز کر دینگے جن کے متعلق یہ ضروری ہے

کہ ہندو مسلمانوں کی اتحادی انجمنیں ملک میں قائم ہو کر اس سوال کو جائز و مناسب طریقوں سے بحیثیت ہندوستانی حل کرنے کی ذمہ واری اپنے سر پر لیں۔ جن کے قائم ہونے اور ہندوؤں کو تعلیم یافتہ مسلمانوں کی نیک نیتی کا ثبوت ملتے ہی قومی پہلو سے اس سوال کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور ہندو مسلمانوں کے قومی حلقے ایکدوسرے کے ساتھ خلوص۔ محبت۔ ایثار۔ ہمدردی کی روح کے ساتھ مل جائینگے۔

اگر ملک کی تمدنی ترقی کے لحاظ سے اس مسئلہ پر غور کیجائے۔ تو اس گاؤکشی نے کہیں بڑی حد تک زراعتی ترقی کے آگے سخت روڑا اٹکا رکھا ہے۔ بوڑھی یا بیمار گائے و بیل کو تو مجبوراً ذبح کر کے مسلمان کھاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مردہ ہونے پر مذہبی جرم کی ذمہ واری ان پر عائد ہو جاتی ہے۔ کہ جس پر ہندو بھی انپر اعتراض نہیں کرتے۔ اور نہ ملک کو تمدنی پہلو سے نقصان پہنچتا ہے۔ مگر قربانی یا شادی بیاہ کے موقعہ پر یا سرکاری کمسٹریٹوں میں تو اکثر ایسی جوان گائیں ذبح کیجاتی ہیں۔ کہ جس نے گائے کی نسل کی ترقی میں بہت کچھ تنزل پیدا کر کے زراعتی بیلوں کو ایسا گراں کر دیا ہے۔ کہ اس گرانی نے بدنصیب زراعتکار کی کمر توڑ کر اسے بالکل پست کر دیا ہے۔ جس سے وہ زراعتکاری کو اعلےٰ پیمانے پر تو کجا متوسط درجے پر بھی کرنے کے ناقابل بن گیا ہے۔ اور اس گرانی نے کہیں حد تک اُسے مقروضیت کے جال میں پھنسا کر تباہ کر رکھا ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ جب تک ہندوستان کی زراعتی ترقی دنیا کے باقی ترقی یافتہ ممالک کے برابر نہ ہو جائیگی۔ ہندوستان کا سنبھلنا محال ہے۔ اور زراعتی ترقی کا مدار وسائل زراعت کے مضبوط و اعلےٰ ہونے پر منحصر ہے۔ اور ان تمام زراعتی وسائل کی گاڑیوں کا انجن بیل ہے۔ جو بوجہ اندھا دھند گاؤکشی کے ایسا گراں و نایاب ہو گیا ہے۔ کہ اب ہندوستان کے زراعتکاروں کا جزو اعظم اچھے اور طاقتور بیلوں کے خریدنے سے قاصر ہو رہا ہے۔ اگر کسی کو طاقت بھی ہے۔ تو انہیں حسب خواہش ملتے ہی نہیں۔ پس اس اصول پر معاملہ فہم ہندوستانیوں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ متحدہ طور پر گورنمنٹ کیخدمت

میں ایک ایسے قانون کے بنائے جانیکی درخواست کریں۔ کہ ہندوستان میں جوان گائے وبیل کا ذبح کرنا بند ہو جائے۔ اور کوئی شخص سوائے بوڑہی و بیمار گائے کے ہندوستان میں گائے ذبح کرنے کا مجاز نہ ہو۔ اور کسٹم ہڑیوں میں بہی ایسے ناکارہ مویشی ذبح کئے جائیں جو افزائش نسل و زراعت کے کام کے ناقابل ہوں۔ اور شہروں کے ذبح خانہ بہی ان کی پیروی کریں۔

ایسے قانون کے بن جانے سے ملک اور گورنمنٹ دونو کا فائدہ ہے۔ کیونکہ اس قانون سے ملک کی زراعتی ترقی کو بڑی مدد ملیگی جس کی ترقی گورنمنٹ کو مالامال اور ملک کو خوشحال کرنے کا زبردست ذریعہ ہے۔ اور بیچارے نادار اور مفلس کاشتکار کو اپنی تمدنی زندگی کے بچ جانے کی امید بہی ہو جائیگی۔ جو بوجہ بیلوں کی روز بروز گرانی کے اس سے ہاتہ دہوئے بیٹھا ہے۔ ایسے قانون کا پاس ہو جانا ملک کی تمدنی ترقی کے لحاظ سے ایسا ضروری ہے۔ کہ اس کے پاس کرنے کے مطالبے کو انڈین نیشنل کانگرس و مسلم لیگ اور ملک کی تمام سیاسی انجمنیں اپنے سیاسی پروگرام میں داخل کر لیں

اردو ہندی بہاشا

ہندوستانی قومیت کے لئے یہ بہی پہلے ضروری ہے۔ کہ تمام ہندوستان کی تحریری و تقریری زبان ایک ہو۔ انگریزی کو چھوڑ کر جو سلطنت کی زبان ہے۔ جسے ہندوستان کی تمام آبادی میں سمجہنے و لکہنے و پڑھنے کی لیاقت پیدا کرنا صدیوں کا کام ہے۔ اور جس کا قدم سوائے انگریزی دفتروں اور چند تعلیم یافتہ انگریزی حلقوں کے باہر ملک میں رکھنا بہی محال ہے۔ ہندوستان کی باقی مروجہ زبانوں اردو۔ ہندی بہاشا۔ پنجابی۔ بنگالی۔ مرہٹی۔ گجراتی وغیرہ پر ہمیں ایمانداری سے منصفانہ نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ کہ ان میں کونسی زبان بوجہ عام فہم و آسان ہونے کے مقبولیت کا درجہ ہندوستان میں اس وقت حاصل کئے ہوئے ہے۔ اور وہ ہمہ گیر اصول پر تمام ہندوستان کی زبان قرار دی جا سکتی ہے۔ جتنے زبانوں کے نام میں نے اوپر

شمار کئے ہیں۔ ان میں سے کوئی زبان بھی مذہبی زبان ہونے کا دعوےٰ نہیں کر سکتی
کیونکہ ہندوؤں کی مذہبی زبان سنسکرت ہے۔ اور مسلمانوں کی عربی۔ تو سمجھ ان دونوں
زبانوں کے متعلق ہر دو قومیں فیصلہ کئے بیٹھی ہیں۔ کہ وہ ملکی زبانیں نہیں بن سکتیں
جن کی بنا پر ہندو مسلمانوں کا سوال پیدا ہو۔
اب ان تمام زبانوں میں کہ جن میں سے باقی زبانوں کو چھوڑ کر جو خاص خاص
علاقوں میں محدود ہیں۔ صرف اردو اور ہندی بھاشا ایسی ہیں۔ جو ایک دوسرے کے
بالمقابل معرکتہ الآرا ہیں۔ اس میدان کارزار میں مسلمان اردو کے اور ہندو ہندی
بھاشا کے زیر علم لڑ رہے ہیں۔ اب اس مسئلہ کو حل کرنے کا بہترین طریق یہ ہے۔ کہ
ان ہر دو زبانوں کی عام مقبولیت اور تحریر و تقریر کی آسانی کو دیکھا جائے۔ اگر نہایت
ہی بلند حوصلگی سے ان ہر دو زبانوں کو مذکورہ بالا کسوٹی پر رکھ کر پرکھا جائے۔ تو
حامیان اردو حق بجانب ہیں۔ اور حامیان ہندی محض بلا وجہ ان سے لڑ رہے
ہیں۔ اور ایک ایسی چیز کیلئے لڑ رہے ہیں جسے ان کا معدہ بھی ہضم کرنے کی طاقت
نہیں رکھتا۔ کیونکہ خود ان کا پریس اور ان کا پلیٹ فارم زبان اردو کا شرمندۂ احسان
ہو رہا ہے۔ یہ نہیں کہ اخبار نویس یا مقرر ہندی بھاشا کو استعمال میں لانا نہیں چاہتے
وہ تو آج ہی ہندی بھاشا کو لے لیں۔ مگر ان کے اخباروں و لیکچروں کو پڑھنے اور
سننے والی ہندو پبلک کے جزو اعظم کا مذاق اس کے موافق نہیں ہے۔ اور اردو
کی عام فہمی کیوجہ سے سوائے اس کے اور کسی زبان کی آواز کو تحریر و تقریر میں سننا
پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ بعض منچلے ہندو اخباروں نے اپنی تحریر بجائے اردو کے
ہندی بھاشا میں تبدیل کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ان کی اشاعت بالکل کم ہو گئی
جس پر مجبور ہو کر پھر انہوں نے اردو کو واپس لیا۔ اسی طرح تمام براعظم ہندوستان میں
صرف اردو ہی ایک ایسی زبان ہے۔ جو کہ ملک کے ہر ایک حصے میں کہ جہاں کئی
مقامی تحریری و تقریری زبانیں بھی اور ہیں۔ اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے۔ ہندوستان
کے تاریک سے تاریک علاقہ میں کہ جہاں نوشت و خواند کا نام و نشان نہ ہو۔ اور

وہاں کی زبان بھی جنگلی قسم کی ہو۔ اردو دان اپنا مدعا کچھ نہ کچھ ان لوگوں کے ذہن نشین کرانے میں کامیاب ہوجائیگا۔ اور باقی زبانوں کے ماہر بغلیں بجاتے پھرینگے۔

پس اس اصول پر کہ بمقابلہ اور زبانوں کے ہمارا تحریری و تقریری مدعا قومی و مذہبی اور تمدنی لحاظ سے تمام ہندوستان میں اردو سے پوری طرح پورا ہوسکتا ہے۔ اور ہندی یا دیگر ہندوستانی زبانیں ہمارے اس مدعا کو پورے طور نہیں نبھا سکتیں۔ اور عام طور ملک میں بھی اردو کو نہایت مقبولیت و پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے۔ تو ہندوستان کی ملکی زبان ہونے کا استحقاق صرف اردو کو حاصل ہے۔ جو فی الحقیقت براعظم ہندوستان کی لنگوا فرینگا ہے۔ اس لئے ہندوؤں کو اپنے مسلمان بھائیوں کی اس خواہش کو کہ اردو ملکی زبان قرار دیدی جائے۔ پورا کر دینا چاہیئے۔ اور ہندوستانی قومیت کی لائن پر کھڑے ہوکر اسے اپنی زبان تسلیم کرلینا چاہیئے۔ جو اصولاً اصلاح یافتہ ہندی سمجھا گیا ہے۔

بعض پرجوش ہندو یہ کہتے ہیں۔ کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ ہم ہندو اسے کیوں لیں۔ مگر انہیں ذرا بلند نظری اور وسعت الخیالی سے ذرا اپنے اس اعتراض پر غور کرنی چاہیئے۔ کہ جب اسکی پیدائش ہی ہندوستان میں ہوئی ہے۔ جسے ہندو اور مسلمانوں نے مختلف زبانوں کو ملا کر بنایا۔ تو وہ مسلمانوں کی زبان کس طرح ہوگئی۔ مسلمانوں کی زبان بحیثیت مسلمان ہونے کے عربی ہے۔ اور بحیثیت ہندوستانی کے ہندوستانی یا اردو۔ اور اندرونی طور بنگال میں بحیثیت بنگالی کے بنگالی زبان ہے کیا مسلمان اسے عرب یا ایران سے لے آئے ہیں۔ مسلمان فاتحوں کی زبان تو ترکی اور فارسی تھی۔ تو پھر اردو کس طرح مسلمانوں کی زبان ہے۔ وہ ہندوستان کی پیدائش ہے۔ اور ہندوستانی زبان ہے۔ جو سلطنت مغلیہ کے مختلف اقوام مغل راجپوت پنجابی وغیرہ سپاہیوں کی باہمی خلط ملط سے اُن کی مختلف زبانوں سے نکلی اور اردو یا لشکر کا نام حاصل کرلیا۔ تو پھر اگر اس نام میں کوئی عیب ہے۔ تو بجائے اردو کے ہندوستانی کہا جائے۔ فی الحقیقت اس کا حقیقی نام بھی ہندوستانی ہے

جس کا ہندوستانی قومیت کی لائن پر کھڑے ہو کر اسے ملکی زبان تسلیم کر لینے پر ہندوؤں کی طرف سے اس مسئلہ پر حق بجانب مسلمان بھائیوں کو اعلے نیک نیتی کا ثبوت مل جائیگا۔

ہندوؤں کو ہندوستان کی اس آواز پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اس سرزمین کے حقیقی وارث ہیں۔ اور ان کے اس گذشتہ عظیم الشان تمدن کی یادگاریں ہندوستان میں موجود ہیں جس سے دنیا کے بہت بڑے حصے حتی کہ یونان تک نے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ وہ ایک نہایت عظیم الشان قوم ہیں اور بحیثیت ہندوستان کے حقیقی وارث ہونے کے ان پر خاص طور پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی مسلمانوں کو جو ہندوستانی سرزمین کے بطن سے ان کے بعد پیدا ہوئے ہیں باوجود اس کے روٹھے رہنے کے اسے اعلی درجہ کی اخلاقی و بلند حوصلگی کو کام میں لا کر منانے کی کوشش کریں۔ اور انہیں اپنے گلے لگا کر اس سے ہندوستان کے مستقبل کی گاڑی کو چلانے کا کام لیں۔ کہ جس کا چلنا بغیر ہندو و مسلمانوں کے اتحاد کے ناممکن ہے۔ پھر اس اتحاد کو اگر ہندوؤں نے محض اردو زبان کے تسلیم نہ کر لینے پر قربان کر دیا۔ تو یقیناً وہ ہندوستان کی پستی کے ذمہ وار ہیں۔

یہاں بعض ہندو یہ اعتراض کرینگے۔ کہ مسلمان اردو کے بجائے کیوں نہیں ہندی بھاشا کو لیتے۔ مگر مسلمانوں کیلئے ایسا کرنا بمنزلہ موت کے ہے۔ کیونکہ ان کا تمام مذہبی و قومی علمی ذخیرہ اردو میں ہے۔ ان کے پریس کا بڑا حصہ اردو میں شائع ہوتا ہے۔ ان کے تمام انجمنوں اور جلسوں کی کارروائیاں اردو میں ہوتی ہیں۔ جن کا ہندی بھاشا میں منتقل ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔ مگر ہندوؤں کیلئے یہ آسان ہے۔ کیونکہ خود ان کا مذہبی و قومی علمی ذخیرہ کہیں بڑی حد تک اردو میں ہے ان کے پریس کا بھی بڑا حصہ اردو کو لئے ہوئے ہے۔ ان کے اکثر جلسوں و انجمنوں کی روئدادیں بھی اردو میں چھپتی ہیں۔ اس لحاظ سے وہ مسلمانوں سے اردو کے متعلق پیچھے نہیں ہیں۔ تو پھر انہیں کوئی تکلیف اردو کو ملکی زبان تسلیم کر لینے میں نہیں

ہوتی۔ وُہ اس سوال کو بالکل چھوڑ دیں۔ اور جائز تو یہ ہے۔ کہ جسقدر اردو کو انہوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کی تلافی بھی کر دیں۔ ورنہ اس سوال کو داخل دفتر کر کے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیں، اور آئندہ بجائے اس کی مخالفت کے اس کی تائید کریں۔ ہندو یاد رکھیں۔ کہ جس طرح گاؤکشی کے مسئلہ کے بغیر وُہ مسلمانوں سے صاف دلی سے نہیں برت سکتے۔ اسی طرح مسلمان بھی بغیر اردو کے ملکی زبان تسلیم ہو جانے کے ان سے صاف نہ ہونگے۔ بس اس سوال کو ہندو اپنے مسلمان بھائیوں کے حسب منشا فیصلہ کر دیں ✤

کونسلوں کی نشستیں

جب سے لارڈ مارلے کی ریفارم سکیم نے ہندوستان میں جنم لیا ہے۔ اس نے ایک اور شاخسانہ ملک کی بدقسمتی کیلئے کونسلوں کی نشستوں پر ہندو مسلمانوں کی باہمی لڑائی کا کھڑا کر دیا ہے۔ جس کی بنا مسلمانوں کی مخصوص نشستوں کی بنیادوں پر قائم ہوئی ہے جس پر ہندوستان کا کانگرسی گروہ بھی ناراض ہے۔ اور اسے ہندو مسلمانوں کی تفریق خیال کرتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو ہندوستانی قومیت کے سینے پر جداگانہ انتخاب کا تمغہ سجتا نظر نہیں آتا۔ مگر ملک کی بدقسمتی سے جبکہ ہر دو فریق قومی و مذہبی تعصب کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ہاتھا پائی کر رہے ہیں۔ اور ایک قوم کا ممبر دوسری قوم کے حقوق کی تائید تو کجا بلکہ کچلنے پر تیار ہے۔ تو جب تک ہندوستان تیلی کے بیل کیطرح اپنے ہندوستانی فرزندوں کی تنگدستی کیوجہ سے بغض و نفاق کے احاطے میں گھومتے رہنے پر مجبور رہے تو اس کی اس ذلت کے ساتھ دونوں قوموں کے ایک دوسرے کے گزند سے محفوظ رہنے کا یہی طریقہ ہے۔ کہ بڑی مچھلی (ہندو) چھوٹی مچھلی (مسلمان) کو اپنی کثرت رائے کے بل پر نہ کھا جائے۔ مگر جبکہ ہندوستانی قومیت کا قائم کرنا اعلیٰ خیال و بلند حوصلہ ہندوستانیوں کو مدنظر ہے۔ تو اس کے لئے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ وُہ ایسی روح ہندوستانی ممبران کونسل میں پیدا کریں۔ کہ ہندو ممبر کونسل میں بحیثیت ہندوستانی کے مسلمانوں کے جائز حقوق کی اپنے قومی حقوق سمجھکر نگاہداشت کریں۔ اور مسلمان

اس کی پیروی کرکے ہندوؤں کے جائز حقوق کی کونسل میں حمایت کریں۔ اگر کسی اصول کی بنیاد چند ہندوستانی ممبران کونسل کونسلوں میں رکھ دیں۔ تو پھر یقیناً اس جھگڑے کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور ملک میں یہ روح ترقی کر جائیگی۔ کہ کونسلوں میں جس ملت و مذہب کے آدمی بھرتی ہو گئے ہیں۔ وہ ہندوستانی ہیں۔ اور بحیثیت ہندوستانی ہمارے قائمقام ہیں۔ کاش وہ وقت ہندوستان میں جلد آجائے۔ کہ مسلمان کسی علاقے میں ہندوؤں کے اوپر زیادتی کریں۔ اور ایک مسلمان ممبر اٹھکر گورنمنٹ کو توجہ دلائے کہ وہ ہندوؤں کی دادرسی کرے۔ اور ہندو کسی جگہ مسلمانوں کو ستانا شروع کریں اور ایک ہندو ممبر اٹھکر گورنمنٹ کے نوٹس میں لائے۔ کہ وہ ہندوؤں کی دستبرد سے مسلمانوں کو بچائے۔ میرے خیال میں ہندوستان کے چند ایسے لائق فرزند اس وقت کونسل کی ممبریوں پر موجود ہیں۔ جو اس پاک مشن کی ذمہ واری اپنے سر پر اپنی مسلمہ بلند خیالی و بلند حوصلگی کے بھروسے پر لے سکتے ہیں۔ جنہیں وہ بھی خواہ ملک ہندوستانی جو ہندوستانی قومیت کے قائم کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ پوری توجہ دلا سکتے ہیں۔ اور ان سے ایسا کرنے کا وعدہ بھی لے سکتے ہیں۔

دوسری صورت اس کے تصفیہ کی یہ ہے۔ کہ اس مسئلہ کو انتخاب سے پہلے انڈین نیشنل کانگرس کے سامنے پیش کیا جائے۔ نامینیشن تو گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ اسے اختیار ہے۔ جسے چاہے نامزد کرے۔ مگر وہ تمام ممبر جو ہندوستانی کونسلوں میں انتخاب کے ذریعے جاتے ہیں۔ انہیں کانگرس نامزد کرے اور کانگرس میں ایسے لائق ہندوستانیوں کا انتخاب کر دیا جائے۔ جو کونسلوں میں جاکر محض بحیثیت ہندوستانی ہندوستانی کے اپنا فرض ادا کریں۔ جن ہندوستانیوں کو کانگرس ممبریوں کے لئے منتخب کرے۔ وہی اپنا نام انتخاب کیوقت ممبریوں میں پیش کریں۔ ان کے سوا اور کوئی شخص امیدوار نہ بنے۔ اگر کوئی شخص کانگرس کے اس فیصلہ کے برخلاف کانگرس کے کسی منتخب شدہ امیدوار کے مقابلے پر کھڑا ہو جائے۔ تو تمام ہندوستانی قومی حلقے ہندوستانی ووٹروں پر اپنا اثر ڈالکر کانگرسی امیدوار کے حق میں ووٹ

دلائیں۔ جس سے اگر سارے نہیں تو ان کا جزو اعظم کانگرسی امیدوار کے حق میں ووٹ دیگا۔ اس دوسرے خودساختہ امیدوار کو شکست مل جائیگی۔ اور جب تک کہ مسلمانوں کا علیحدہ انتخاب رہے۔ ان مسلمان ممبروں کو بھی کانگرس منتخب کرے بعد اس کے جب ملک میں ایسی عالیشان روح ترقی کر جائے۔ مسلمان اپنے جداگانہ انتخاب کو واپس لے لیں اور فی الحال اگر وہ جداگانہ انتخابی حق کو واپس لینے میں ڈرتے ہیں۔ تو ہندوان کی اس اصول پر مخالفت چھوڑ دیں۔ کہ وہ اپنے جداگانہ انتخاب کی ممبریوں کے لئے کانگرس کو مختار بنا دیں۔ فی الحال دونوں قوموں کو اس اصول پر کاربند ہو جانا چاہیئے۔ جس میں کانگرس ہر دو اقوام کی اتحادی تسلی کی شاہراہ ہندوستان میں پیدا کر دیگی +

انڈین نیشنل کانگرس

انڈین نیشنل کانگرس اصولاً ہندوستانی قومیت کی صحیح لائنوں پر قائم کیگئی ہے۔ اور ملک میں ایک ایسی واحد انجمن ہے۔ جو خالص ہندوستانی انجمن کے خطاب کی پوری مستحق ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں نے پہلے اسے ہندوؤں کے ساتھ مل کر بنا لینے کے بعد اس سے کسی ایسی وجوہات کی بنا پر علیحدگی اختیار کر لی۔ جن کے حسن و قبح اور جائز و ناجائز ہونے پر یہاں بحث کرنا نا مناسب ہے مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ باوجود علیحدگی کے دنیا کے قانون ارتقا نے آخر انہیں جبراً دھکیل کر اس کے اصولوں کی لائن پر کھڑا کر دیا ہے۔ اور جو مسلم لیگ انہوں نے کانگرس کے بالمقابل کھڑی کی تھی۔ آخر اُسے کانگرس کے حقیقی نصب العین ہندوستانی سلف گورنمنٹ کے مطالبے پر لے آیا ہے۔ اب اگر مسلم لیگ کے فروعی قواعد کو چھوڑ کر اس کے اوپر ناقدانہ نظر ڈالی جائے۔ تو وہ کانگرس کی شاخ بن گئی ہے مگر باوجود اس کے یہ ضروری ہے۔ کہ مسلمان کانگرس کو ملکی انجمن تسلیم کر کے اس میں پورا حصہ لیں۔ اور اس کے تمام کل پرزوں میں اپنے آپ کو جذب کر دیں +

بعض مسلمان کہتے ہیں۔ کہ کانگرس در اصل ہندو کانگرس ہے۔ کیونکہ اس کا نظم ونسق ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بہت سے ریزولیوشن محض ہندوؤں کے ایسے ناجائز مطالبات کی حمایت میں پاس ہوتے ہیں۔ کہ جن سے مسلمانوں کا صریح نقصان ہے۔ مگر جبکہ کانگرس میں مسلمان جاتے نہیں ہیں۔ تو ان کا یہ شکوہ غلط ہے۔ کہ اس کا نظم ونسق ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ پھر آخر اس کا نظم ونسق انہیں لوگوں نے کرنا ہے۔ جو اس میں جاتے ہیں۔ اور اس کے نظم ونسق کی ذمہ واری ان پر عائد ہوتی ہے۔ مسلمان اس میں جائیں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر اس کے نظم ونسق میں ہندوؤں کے حصہ دار بنیں۔ دوسرا اعتراض بھی اسی قسم کا بودا اور کمزور ہے۔ جب اس میں مسلمان ڈیلیگیٹ نہیں ہوتے۔ تو پھر کسی ہندو نے جو کوئی ریزولیشن پیش کر دیا۔ اور کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ تو پھر خواہ مخواہ اس کا پاس ہو جانا لازمی ہے۔ جبکہ کانگرس کے کانسٹیٹیوشن میں یہانتک مسلمانوں کی رعایت کیگئی ہے۔ کہ اگر مسلمان ڈیلیگیٹوں کا تین چوتھائی حصہ کسی ریزولیشن کے برخلاف رائے دے۔ تو وہ ریزولیشن مسترد کر دیا جائے۔ تو پھر اس سے بڑھکر رعایت کی نظیر دنیا کی کسی آئینی مجلس میں نہیں پائی جاتی۔ اگر مسلمان بطور ڈیلیگیٹ کانگرس میں جانے لگ جائیں۔ تو پھر کسی ایسے ریزولیشن کو جو ان کے جائز حقوق پر دست برد کرتا ہو۔ باوجود ہندو ڈیلیگیٹوں کی کثرت رائے کے مسترد کرا سکتے ہیں۔ جس کے پاس کرانے پر ہندوؤں کی کچھ پیش نہیں جا سکتی ٭

اسی طرح اب بعض ہندو قومی حلقے بھی کانگرس سے ناراض ہو کر علیحدہ ہو گئے ہیں ان کے خیال میں جب مسلمان کانگرس میں نہیں آتے تو ہم کیوں ایک ایسی انجمن کے چلانے پر مُصر رہے ہیں۔ جو یکساں طور ہندو و مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ مگر انہیں یہ خیال نہیں آتا۔ کہ کانگرس اس لحاظ سے اگر مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ تو ہندوؤں کو بھی کبھی اس نے نقصان نہیں پہنچایا۔ ملک کے مشترکہ فوائد میں زیادہ حصہ دار ہندو ہیں۔ تو پھر اپنے فوائد کے جزو اعظم کے کام کو ترک کر دینے پر ایسے ہندوؤں کی مدبرانہ دانشمندی نہیں خیال کی جا سکتی۔ جنہوں نے کانگرس سے علیحدہ ہو کر مسلم لیگ کی طرح

ہندو کانفرنس کھڑی کر دی ہے۔ حالانکہ کانگرس نے ہندوؤں کی انہیں اخلاقی جرأت و حقیقی ایثار پیدا کرنے میں بڑی خدمت کی ہے۔ جس سے جدا رہنے میں مسلمان اسوقت تک ان اعلیٰ اوصاف کی لائینوں پر ہندوؤں کے مقابلے میں اسی فیصدی کم درجہ پر کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں +

ہندو و مسلمان بیشک جدا طور مسلم لیگ و ہندو کانفرنس کو چلائے رکھیں۔ مگر ملکی نقطۂ خیال سے ان کے سیاسی پروگرام کو انڈین نیشنل کانگرس کی منظوری کے تابع کر دیں اور اپنے نمائندے کانگرس میں بھیجکر کسی متنازعہ فیہ مسئلہ کا کانگرس کے ذریعے فیصلہ کرالیں۔ جس کے متعلق کانگرس کا فیصلہ قطعی تسلیم کر لیا جائے +

ایک اور گروہ اکسٹریمیٹ ہندوستانیوں کا بھی ہے۔ جو کانگرس سے اسواسطے علیحدہ ہو گیا ہے۔ کہ کانگرس یہ دعوے کیوں نہیں کرتی۔ کہ انگلستان کیطرح سمور کا چغہ ہندوستان کا بھی حق ہے۔ اور وہ اسے جبراً حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ مگر انہیں نہائت بلند نظری و وسعت الخیالی سے موجودہ واقعات پر نظر فائر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کے جسم میں سمور کا چغہ پہننے کی برداشت ابھی تک نہیں پیدا ہوئی۔ اور نہ عرصہ دراز تک اس میں آسکتی ہے۔ اور نہ اس کی قیمت ادا کرنے کی اس میں طاقت ہے۔ اس کے بدن پر ڈھاکے کی ململ کا کرتہ خوب اُترتا ہے۔ جس سے اسے موجودہ برہنگی سے نجات مل سکتی ہے۔ بیچاری انڈین نیشنل کانگرس اپنے سیاسی پروگرام کی متحرک مشین کے ذریعے اس کے بنانے میں عرصہ دراز سے مصروف ہے۔ مگر جب اس کے بہت سے کل پرزے معطل ہو گئے ہیں۔ اور ہوتے جاتے ہیں تو اس کا کام بھی بہت ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ جس کے لئے یہ سخت ضروری ہے۔ کہ سمور کے چغے پہننے کے خیال خام کو چھوڑ کر ہمارے اکسٹریمسٹ ہندوستانی بھائی اس میں شامل ہوں۔ اور ہندو مسلمان اپنے تمام جھگڑوں کو کانگرس کے سپرد کر کے اس کے سیاسی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی متحدہ جد و جہد شروع کر دیں۔ جس سے تھوڑے عرصے کے بعد ہندوستان کی سیاسی و تمدنی ترقی کا آفتاب موجودہ

خطرناک گرہن سے نجات پا جائیگا +

تعلیم

ہندوستان کے تمام موجودہ امراض کی تریاق اعظم ہندوستان میں تعلیم عام کی اشاعت ہوسکتی ہے۔ جس کی داغ بیل تو ہندوستان میں سلطنت انگلشیہ کے جمہوری اصولوں نے ڈالدی ہے۔ اور ہندوستانیوں کو یہ بھی دکھا دیا ہے۔ کہ ہماری ترقی کا ذریعہ یہی ہے۔ گو ابھی تک سلطنت نے اس کے متعلق بہت کچھ کرنا ہے۔ اور اس کے جمہوری اصول ابھی تک مطمئن نہیں ہوئے۔ مگر جبکہ سلطنت نے ہندوستانیوں کی آنکھوں سے جہالت کی پٹی پھاڑکر دور پھینک دی ہے۔ اور اب وہ اپنے لئے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ تو اب یہ ان کا اپنا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی تمام جدوجہد تعلیم کی اشاعت میں صرف کرکے تعلیمی دریا ملک میں بہا دیں۔ بدقسمتی سے تعلیم جیسے آب حیات کو ہندوستان کے پھیلانے سے روک دینے کے اصول پر بھی بعض مسلمانوں سے اسی خیال پر چل کر غلطی سرزد ہوگئی۔ کہ وہ ایک ہندو لیڈر کیطرف سے ملک اور گورنمنٹ کے سامنے جبریہ تعلیم کے بل کی وضع میں نمودار ہوا ہے۔ اور شائد اب تک وہ اس پر اڑے ہوئے ہیں۔ مگر ان مسلمانوں کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے یہ شایان شان نہیں ہے۔ کہ اپنے اور اپنے خویش و اقارب کے بال بچوں کی تعلیم کے لئے تو رات دن سرگرداں رہیں۔ اور غریب و نامعاملہ فہم مسلمانوں کے بال بچوں کو قعر جہالت میں گرفتار رکھنا پسند کریں۔ تاکہ وہ وحشیانہ ذلت و ادبار کی لعنت میں گرفتار رہ کر دینی و دنیاوی پہلو سے تباہ ہو جائیں۔ اسلام بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے جبر کا حکم دیتا ہے۔ اس لئے اس خیال کے مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ جبریہ تعلیم کے بل کی مخالفت کو چھوڑ کر بل کے موید ہندوستانی بھائیوں کے ساتھ شامل ہو جائیں +

ہندوستان کی بہبودی و ترقی کا انحصار ہندوستانی قومیت کے نشو و نما پر منحصر ہے۔ تو اس کے لئے لازمی ہے۔ کہ ہندو اور مسلمان متحدہ طور ہندوستانی

قومیت کی لائنوں پر علاوہ موجودہ تعلیم کے قومی تعلیم کا انتظام کریں۔ موجودہ زیر تجویز قومی یونیورسٹیاں جو حسب دلخواہ چارٹر کی عدم بہم نہ پہنچنے کے خوف سے عدم سے وجود میں آنے کا انکار کر رہی ہیں۔ تو پھر کیوں نہ ان ہر دو یونیورسٹیوں کو ملا کر ایک آزاد ہندوستانی یونیورسٹی قائم کر لی جائے۔ اگر ایسا کرنا ناممکن خیال کیا جائے اور ان کے مقررہ مرکزوں کی توجہی دلفریبیاں ان ہر دو اقوام کو ایسا کرنے سے روک دیں۔ تو پھر تمام ہندوستانی ان سے علیحدہ ایسی آزاد تعلیم کی داغ بیل ہندوستان میں ڈال دیں۔ کہ جس کی اشاعت کے ساتھ ہندوستانی قومیت کی حقیقی روح کی ہندوستان میں ترقی ہو۔

اس کی صورت اس طرح سے ہو سکتی ہے۔ کہ تمام ہندوستانی اقوام ایک بڑا بھاری سرمایہ جمع کر کے ایک آزاد یونیورسٹی ہندوستان میں قائم کریں۔ جس کا مرکز دہلی میں قائم کیا جائے۔ اس کے ماتحت تمام ہندوستان میں قومی کالج و سکول کھول دئے جائیں۔ اس کا نصاب تعلیم محض ہندوستانی قومیت کے اصول پر ایسا ہو۔ کہ اس سے جو لڑکے تعلیم پا کر نکلیں وہ اعلیٰ اخلاق انسانی کا نمونہ ہوں۔ اپنے اپنے مذہبی عقیدوں پر بے تعصبی و تنگدلانہ بزدلی سے بالکل علیحدہ ہو کر مضبوط ہونے کے ساتھ محض خالص ہندوستانی قومیت کے روح میں فنا کے درجے پہنچے ہوئے ہوں اور بجائے انقلابی و غدارانہ اور منافقانہ تحریکوں کے پھیلانے کے سلطنت کی وفاداری اور باہم امن و اتحاد سے رہنے کی تعلیم کے عملاً و قولاً عامل ہونیکی پوری لیاقت رکھتے ہوں۔ جن کا مشن محض ہندوستانی قومیت کی خدمت قرار دیا جائے۔ خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں کام کرنا شروع کر دیں۔ اس یونیورسٹی میں علاوہ ایسی عام تعلیم کے صنعتی و حرفتی اور تجارتی و زراعتی تعلیم کا پورا انتظام ہو۔ جو ہندوستان میں لائق صناع و ہوشیار تاجر اور معاملہ فہم زمیندار بکثرت پیدا کر دے۔ یونیورسٹی کا سرمایہ بنکوں میں بند نہ رہے۔ بلکہ اس سے یونیورسٹیوں کے کالجوں اور سکولوں میں صنعتی و حرفتی کارخانے قائم کر دئے جائیں۔ جن کا منافع یونیورسٹی کے چلانے کو بنک کے سود سے کہیں حد تک زیادہ ہو گا۔ جن کے قیام سے لڑکوں

کو صنعت و حرفت کی عملی تعلیم دینے پر بڑی مدد ملیگی۔ اور ملک کی تمدنی ترقی کو بہت عظیم الشان فائدہ اس اصول پر پہنچیگا ٭

اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ ایک آل انڈیا ہندوستانی ایجوکیشنل کانفرنس قائم کر دی جائے۔ جس کا مرکز دہلی میں ہو۔ اور اس کے ماتحت تمام ملک میں ہندوستانی تعلیمی انجمنیں قائم کر دی جائیں۔ میرے خیال میں اگر اس وقت چند روشن ضمیر ہندوستانیوں کی جماعت ہندوستانیں کھڑی ہو جائے۔ تو ان تمام تجاویز کا عدم سے وجود میں آجانا نہائت آسان ہے کیونکہ ملک کیں بڑی حدتک اب ایسی اتحاد پیدا کر دینے والی تجاویز کو عملاً پسند کرنے پر تیار ہے۔ اگر کچھ مخالفت ہوگی۔ تو وہ ایسی کمزور ہوگی۔ جو کسی ایسے مفید ہندوستانی قومیت کے پروگرام کے مقابلہ میں سرسبز نہ ہو سکیگی۔ یہ ایک ایسا زبردست پروگرام ہے۔ جس کے عملدرآمد ہو جانے پر ہندوستان کے مستقبل کے جلدی شاندار ہو جانے کی اٹل پیشنگوئی کی جا سکتی ہے ٭

انجمن خادمان ہند

یہ انجمن آنریبل مسٹر گوکھلے نے ہندوستان کی سیاسی و تمدنی ترقی کیلئے ایک عرصہ سے قائم کی ہوئی ہے۔ جس کی بنیاد ہندوستانی قومیت کی صحیح لائنوں پر رکھی گئی ہے اب اس کے لئے وقت آگیا ہے۔ کہ تمام تعلیم یافتہ ہندوستانی اس میں عملی دلچسپی لیں اور انجمن کو وسعت دیکر تمام ہندوستان کی تمدنی و سیاسی زندگی پر اس طرح حاوی کیا جائے۔ کہ ملک کے تمام صوبوں کے مرکزی شہروں میں اس کے ماتحت کمیٹیاں قائم کیجائیں۔ اور پھر ان پراونشل کمیٹیوں کے ماتحت ضلع وار کمیٹیاں بنائی جائیں۔ مگر ساتھ اس کے اس کے کنسٹیٹیوشن کے دائرے کو بھی ان اصولوں پر وسعت دیجائے۔ کہ اسکے ممبر نہ صرف زبانی تقریروں تحریروں تک اپنی خدمات کو محدود رکھیں۔ بلکہ علاوہ اس کے ان کے ذمے یہ فرائض بھی ہوں ٭

(۱) ملک میں دیسی صنعت وحرفت کے کارخانوں کے قائم کرنے میں پبلک کی عملی طور رہبری کریں۔ اور پبلک میں غیر ملکی مصنوعات کے مقابلے میں دیسی مصنوعات کو ترجیح دینے کا مذاق پیدا کرائیں۔

(۲) تجارتی کمپنیاں قائم کرائیں۔ اور ان کمپنیوں کے متعلق پبلک کے دلوں میں اعتماد پیدا کرائیں۔ تاکہ پبلک ان کے حصص خریدنے پر پوری سرگرمی سے توجہ کرے۔ اور اس بات کی پوری نگہداشت کریں۔ کہ کمپنیوں میں غبن اور ٹھگی نہ ہونے پائے کیونکہ اس سے ملک میں محض خائن وبددیانت آدمیوں کی وجہ سے دیسی کمپنیوں کے متعلق سخت بدگمانی پھیلی ہوئی ہے۔

(۳) دیہاتی علاقوں کے دورے کریں اور زراعتی بنکوں کے قائم کرنے کی تحریک زمینداروں میں پھیلائیں۔ انمیں کفائت شعاری کی روح پیدا کریں۔ تعلیم کا شوق انہیں دلائیں۔ اور امداد باہمی واتفاق کے فوائد اُن کے ذہن نشین کرائیں۔

(۴) جہاں ہندو ومسلمانوں کا کوئی تنازعہ یا مقدمہ انفرادی حیثیت سے نکل کر مذہبی وقومی حیثیت اختیار کرلے۔ وہاں پہنچ کر وہاں کے بااثر لوگوں کو سمجھا بجھا کر اسے رفع دفع کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر ان کے تنازعات نہائت خطرناک پہلو اختیار کر گئے ہوں تو ہندوستانی لیڈروں کو طلب کر کے ان کی مصالحت کا طریقہ نکالیں۔ اور حکام سے بھی اس بارے میں جائز مدد لیں۔

(۵) ملک میں خطرناک انقلابی تحریکیں دلچسپی لینے والے نوجوانوں کو راہ راست پر لانے کی جدوجہد کریں۔ اور مایوس تعلیم یافتہ نوجوانوں کی علاوہ جلسوں کی تقریروں کے پرائیویٹ طور اصلی وحقیقی تمدنی ترقی کا پُرامن راستہ دکھانے میں مدد کریں۔ انہیں بیکاری سے نکال کر باکار بنانے میں ان کی عملی رہبری کریں۔ اور ملک میں سلطنت انگلشیہ اور ہندوستان کی بہبودی وترقی کو متحدہ فوائد کی لائن میں سمجھنے کا مذاق پیدا کریں +

تمام شد

سائنس اور مذہب اسلام

بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ غلط خیال جاگزین ہو گیا ہے۔ کہ سائنس اور مذہب میں سخت دشمنی ہے۔ اور کہ علوم جدیدہ کی بجلی کی آگے مذہب کی روشنی ماند پڑتی جاتی ہے۔ امریکہ کے ایک نامور سائنسدان نے اپنی تالیف **"تطبیق مذہب و سائنس"** میں اس خیال کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ اور (۱) معاد (۲) روح (۳) ذات باری پر پندرہ بحث کر کے علوم سائنس کی مدد سے ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ مذہب و سائنس میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ اور فاضل مترجم کتاب مذکور نے مستند اقوال سائنس کو مسائل اسلام کے ساتھ تطبیق دیکر ثابت کیا ہے۔ کہ سچا سائنس اور سچا مذہب (اسلام) درحقیقت ایک ہی ہیں۔ اس نادر رسالہ کی قیمت صرف ۱۲ر ہے۔

عالم روحانیت و تصوف

کی سیر کرنے والے جانتے ہیں۔ کہ حضرت امام ربانی کا اس فن میں کیا رتبہ ہے۔ وہ فن تصوف کے مجدد و مجتہد ہیں۔ اور جب تک دنیا قائم ہے۔ ان کی تجدید و اجتہاد کی رفعت و بلندی لاکھوں انسانی ہستیوں کیلئے چراغ ہدایت کا کام دیتی رہیگی۔ امام موصوف کے **"مکتوبات تصوف"** دقیق فارسی میں ہیں۔ ان کے فیض کو عام کرنے کے لئے ایک عالم و فاضل صوفی نے ان کو سلیس و فصیح اردو کا لباس پہنایا ہے۔ اور مسائل و اصطلاحات تصوف کی تشریح و توضیح کے علاوہ امام موصوف کے سوانح عمری بھی درج کئے ہیں۔ حصہ اول کی قیمت ۱۰ر ہے۔ دیگر حصص زیر طبع۔

نظام شمسی

میں جو چیز آجکل سائنٹیفک دنیا کو اپنی طرف کامل طور پر متوجہ کئے ہوئے ہے۔ وہ سیارہ مریخ ہے جس کو لوگ جلاد فلک اور جنگ کا دیوتا تصور کرتے تھے اس کی جدید تحیر خیز تحقیقات کی کیفیت **"داستان مریخ"** میں ملاحظہ فرمائیے۔ جس کی قیمت ۱۰ر ہے۔

بدور السافرہ

یہ کتاب علامہ جلال الدین سیوطی کی بنیظیر تصنیف ہے جسمیں قیامت بہشت دوزخ کوثر میزان پلصراط وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔ بہائت سلیس اردو ترجمہ کیا گیا ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ ہے۔

مکافات عمل

حصہ اول شیخ الاسلام انگلستان عبد اللہ کوئیلیم کے ناول ویجز آف سن کا ترجمہ علیم ہے اور یورپ میں لیڈی بلینٹی کی پاکیزہ صحبت سے مسلمانوں کی پاکبازی اور پاکیزہ خیال کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ عام پسند ہونیکی وجہسے دو دفعہ چھپ چکا ہے۔ قیمت عہ۔

انوار القدسیہ

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ تصوف کی بنیظیر کتاب تزکیہ قلوب کیلئے حقیقی رہنما۔ قیمت ۱۴ر

معرکہ مذہب و سائنس

مرتبہ مولوی ظفر علیخانصاحب بی۔ اے جسپر مولوی صاحب موصوف نے پنجاب یونیورسٹی سے مبلغ پانسو روپیہ انعام حاصل کیا۔ صفحہ ۴۲۰ قیمت تین روپیہ

مباحثہ گوشت خوری

اس رسالہ میں گوشت کو انسانی خوراک بہائت زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ آریوں کے اعتراضوں کے جواب میں طبع ہوا ہے۔ قیمت ۶ر

خیر کثیر در اثبات وجود قادر جسمیں ہستی صانع عالم کے دلائل دئے گئے ہیں ہر ایک خدا پرست کے ہاں بلا تفریق مذہب و ملت اس کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت صرف ۳ر

رہنمائے تجارت باتصویر } جسمیں بے روزگار صاحبانکو بار وزگار اور بیکاروں کو صاحب کاروبار مفلسونکو دولتمند بنانے کا عمدہ طریقہ بتایا ہے۔ ٹائٹیل رنگین عمدہ خوشخط قیمت فی جلد ۸ر

پردہ سسٹم } شیخ عبدالرحمن صاحب شمس امرتسری کے مضمون پردہ پر ایک عمدہ دلچسپ مسدس ہے۔ جس میں پردہ سسٹم کی فلاسفی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۱ر

بزم عرفان } حصہ اول و دوم جسمیں حضرت غالب دہلوی مولنا محسن کاکوری مولوی شہیدی۔ امیر داغ۔ جلال حکیم فیروز شمس اساتذہ فن کے نعتیہ کلام کی چاشنی دکھائی ہے۔ قیمت ہر دو حصہ ۲ر

خطوط منشی امیر احمد } مفتی منشی امیر احمد صاحب مینائی لکھنوی کے وہ تمام خطوط جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے شاگردونکو لکھے اور امیر مینائی کی سوانحعمری داغ اور امیر کے کلام کا موازنہ علاوہ ازیں علامہ شبلی مولنا حالی۔ وغیرہ وغیرہ نے کتاب کی بہت کچھ تعریف کی ہے۔ مصنف کا ہاف ٹاون عکسی فوٹو بھی ہے۔ قیمت صرف عہ مجلد عہ

کلام فیروز } موکوی حکیم فیروز الدین احمد طغرائی امرتسری کی علمی اخلاقی نظموں کا مجموعہ جس کے متعلق ہندوستان بھر کے مستند اخبارات و رسائل نے نہایت پرزور الفاظ میں ریویو لکھے ہیں۔ قیمت صرف ۱۲ر

علاوہ ازیں

ہم نے قانون پیشہ اصحاب کیلئے ایک قانونی کتب کی ایجنسی کھولی ہے۔ جسمیں ہر قسم کی قانونی مشرح و غیر مشرح کتابیں لاہور امرتسر اور دیگر شہروں کے قانونی مطابع کی چھپی ہوئی بہم پہنچائی ہیں۔ اور نیز دیگر کتب و ہر قسم کی اشیاء وغیرہ ہماری معرفت مہیا ہو سکتی ہیں۔

المشتہر مینیجر المعین بک ایجنسی امرتسر کٹڑہ باگھ سنگھ

سیر دیہات

یا

زمینداروں کی ادبار و ذلت کی داستان

یہ ایک نہایت ہی دلچسپ و معنے خیز ناول ہے۔ جو سردار محمد اسلم خان صاحب ایڈیٹر اخبار المعین امرتسر کی حال کی تصنیف ہے۔ جس میں ایک زبردست اور موثر پیرائے میں زمینداروں کی موجودہ ذلت و ادبار کے مفصل اسباب دکھلانے کی ذیل میں ان پر تباہ کن مسکرات، ذلیل دقیق خارج از اسلام رسومات کے دور دورہ چالاک سود خوار بنیوں کے ہتھکنڈوں مقامی سرکاری اہلکاروں کے خلاف واقعات مظالم و لوٹ گھسوٹ سرکاری ٹکس۔ مال مستقل سوائی ٹیکس وغیرہ کی گرانباری ان کی جاہلانہ بے بسی ذلت کی مفصل تشریح کرنے کے علاوہ گورنمنٹ اور ملک سے ان کی ہمدردی و اعانت کی التجا کیگئی ہے۔ اور مصنف کا ایک طویل آرٹیکل بطور عرض حال اس غرض کیلئے بمنزلہ اپیل گورنمنٹ اور ملک کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس لائق ہے۔ کہ ہر ایک زمیندار کے ہاتھ میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ مصنف کا حقیقی مدعا اس کے لکھنے سے اپنے زمیندار بھائیوں کی اصلاح ہے۔ ۲۲۴ صفحہ کی کتاب علاوہ ۱۶ صفحے کے عرض حال کے ہے۔ قیمت صرف عہ بصورت حوالہ کتاب "ہندوستان اور سلف گورنمنٹ" رعایتی ایک روپیہ۔

المشتہر

حکیم ایم معراج الدین احمد منیجر المعین بک ایجنسی چوک

بمبے والا کٹڑہ باغ سنگھ

امرتسر